

# تاریخ خواجه



DATA ENTERED

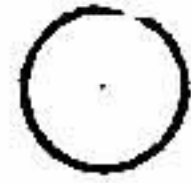
# تاریخ خواجه

تصنیف

عمر ابو النصر

ترجمہ و تہذیب

رئیس احمد حفیظی



مقبول ایڈمی

۱۹۹۱ سکرڈورڈ چوک انارکلی لاہور







۲۹۷۷۸۳

۱۴۱۵

۱۲۶۷

جملہ حقوق محفوظ

انتظام \_\_\_\_\_ ملک مقبول احمد  
مطبع \_\_\_\_\_ ناہرا اینڈ بزا در پرنٹرز  
قیمت \_\_\_\_\_ ۹۵/- روپے

مقبول ایڈمی لاہور



# فہرست مباحث

۱۲	پیرایہ آغاز
۱۶	حرف اول
۲۱	مسئلہ خلافت

انتخاب و تورات کی بحث -	مسئلہ حکیم -
عمرو بن عاص کی کار فرمائیاں -	ابن عاص کی حکمت عملی -
حکیمین نے اپنے حدود سے تجاوز کیا -	علیؑ اور معاویہؓ ایک صف میں -
ابوموسیٰ اشعری ابن عاص کے ہاتھ میں -	مسئلہ خلافت پر نزاع و کشمکش -
سقیفہ بنو ساعدہ کا اجتماع -	عثمانؓ کا دورِ فرمانروائی -
علیؑ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت -	طلحہؓ، زبیرؓ اور عائشہؓ -
فیصلہ تلوار کے ذریعے -	

## ۳۰۔ خوارج

علیؑ سے اقرار کفر کا مطالبہ -	علیؑ کی طرف سے سعی مصالحت -
علیؑ اور خوارج میں جنگ -	معرکہ نہروان کے بعد - خطرناک فیصلہ -

صبر و استقامت

عظیم



## خوارج کی اصل و حقیقت

۳۳

- معاویہ کا قول خوارج کے بارے میں۔  
عراق کیوں نئے فرقوں کا مصدر تھا۔  
عیسائی مسلمانوں کی ماتحتی میں۔  
مجوس کے ساتھ مسلمانوں کا حسن سلوک۔  
قبیلہ منوتمیم اور نو مسلم عجم۔  
فرقہ «بجذات» کا انجام۔  
خوارج میں عرب اور غیر عرب سب شامل تھے۔
- اسلام میں مذہبی فرقوں کا مرکز و مصدر۔  
مسلم معاشرہ پر اجنبی اثرات۔  
مسلمانوں کی رواجاری مسیحیوں سے۔  
مسیحی اور پارسی عورتیں مسلمان گھروں میں۔  
اہل فارس خوارج کے ساتھ تھے۔  
خوارج کا اثر و نفوذ۔

## خوارج کا ظہور

۴۳

- خوارج زیادہ تر بدوی عرب تھے۔  
قبائل عربیہ کی خصوصیت۔  
شرائط خلافت خوارج کے نزدیک۔  
عثمانؓ اور علیؓ کا فرق۔  
منعمات و افرہ کا دور۔  
قتل عثمانؓ کا اصل سبب۔
- فتنہ اپنے نقطہ عروج پر۔  
سیاسی شورشیں اور تحریکیں۔  
عثمانؓ بن عفانؓ کی سیاست۔  
عمرؓ کا کردار جلیل و جلیل۔  
عثمانؓ کا خطاب شورش پسندوں سے۔

## خوارج اور علیؓ

۵۲

- خوارج کے متعدد گروہ۔  
خوارج کو راہ راست پر لانے کی کوشش۔  
علیؓ کا پرچم امان۔
- حالات کی نامساعدت۔  
علیؓ کی خوارج سے گفتگو۔  
بعض خوارج نائب ہو کر علیؓ سے مل گئے۔



## ۵۸ — معاویہؓ اور خوارج

معاویہؓ سے ”جہاد کے لئے خوارج کی تیاریاں۔ خوارج کی شکست کا راز۔  
معرکہ تخیلیہ کی تفصیل۔

## ۶۱ — خوارج کوفہ میں

خوارج کوفہ میں  
خوارج سے مغیرہ کی چشم پوشی۔  
مغیرہ کی تقریر و سائے قبائل کے سامنے۔  
مغیرہ کی حکمت عملی۔  
مغیرہ کا موقف ضعف پر مبنی تھا۔  
مغیرہ کی پہلو تہی۔  
مغیرہ سکوت کو ترجیح دیتے تھے۔  
بصرہ کی اہمیت

## ۶۴ — خوارج اور زیاد

باشندگانِ بصرہ۔  
عراقِ خلافت و حضرات کا گہوارہ۔  
زیاد مسجد میں۔  
زیاد بن امیہ کا والی کی حیثیت سے تقرر۔  
زیاد کی بے پناہ صلاحیتیں۔  
مسجد پارلیمنٹ بھی تھی۔  
سرکاری پالیسی کا اعلان مسجد میں ہوتا تھا۔

## ۷۲ — زیاد کا پہلا لرزہ خیز خطبہ

## ۷۷ — زیاد کے خطبہ پر ایک تجارچی کی تنقید

زیاد کی پالیسی۔  
زیاد پر اعتراض اور اس کا جواب۔



## زیادہ کا دورِ حکومت

۷۹

وہشت انگیزی کا دور۔  
ایک بے گناہ اعرابی کا قتل۔  
کوفہ بھی زیادہ کے ہاتھ میں۔  
زیادہ نے کوفہ کو بھی وہشت زدہ کر دیا۔  
ایک بے باک خارجی زیادہ کے سامنے۔

## زیادہ کا حسن سلوک خارجی عورتوں کے ساتھ

۸۳

عورتوں کی لاشیں برہنہ کر کے پھینکوادیں۔ اس لرزہ خیز طرز عمل کا اثر۔  
خوارج کا ایک عجیب نظریہ۔  
خوارج تقیہ نہیں کرتے تھے۔  
بلجاء، ایک خارجی خاتون۔  
زیادہ کی طرف سے قتل عام۔  
خارجی عورتوں کی بے مثل بہادری۔  
بلجاء نے بھاگنے سے انکار کر دیا۔

## زیادہ کے ہاتھوں میں خوارج کی درگت

۸۷

ابو بلال خارجی کی بہادری۔  
ہر خارجی کو قتل کر ڈالنے کا ارادہ۔  
خارجیوں کا دھوکے سے حالت نماز میں قتل۔

## خوارج کا عجیب و غریب کردار

۹۰

زیادہ کا ایک خارجی سے سوال و جواب۔  
خوارج جمہوریت کے علمبردار تھے۔  
ابو بلال کا ایک ناقابل فراموش کردار۔  
خوارج کا دستور۔

## خوارج کے عقائد اور ان کے فرقے

۹۲

خوارج کا نظریہ خلافت۔  
سیاست اور مذہب کا امتزاج۔



## فہرست مباحث

خارجیوں کے لئے بے لچک عقائد۔  
فرقہ باضیہ کے افکار۔

مرتکب گناہ کبیرہ کافر۔  
فرقہ نجدات کے عقائد۔

## ﴿ خوارج کے خصوصیات و تمیزات ————— ۹۷ ﴾

تاریخ خوارج پر تحقیقی نظر۔  
خوارج نے ابن زبیر کا ساتھ دیا۔  
خوارج مجموعہ اضداد تھے۔  
خارجی عورتوں کی دلیری۔  
خوارج کا ابن زبیر سے اختلاف

## ۱۰۲ ————— نافع بن ارزق اور دوسرے سرداران خوارج

نافع نے مکہ کا دفاع کیا تھا۔  
خوارج کس طرح غلو پسند تھے۔  
اہل بصرہ نافع کا نام سن کر سہم گئے۔  
مہلب نے کن شرائط پر خوارج کا مقابلہ کیا۔  
نافع سے اس کے ساتھیوں کا اختلاف۔  
ابن ابی اسحق کا اختلاف۔  
ابن ماعوز کی کار فرمائیاں۔

## ۱۰۰ ————— مہلب اور خوارج

خالص عرب خاندان۔  
مہلب کی قدر و قیمت بڑھ گئی۔  
مہلب ماہر فنون جنگ تھا۔  
مہلب نے تاجروں سے چندہ لیا۔  
مہلب کے چچا کا قتل خوارج کے ہاتھوں۔  
صاحب سیاست، صاحب ریاست۔  
مہلب کے جنگی کارنامے۔  
مہلب اور اہل بصرہ کی استدعا ہمیں بچائیے۔  
دشمن کے کمزور پہلو کو تار جاتا تھا۔  
مہلب نے خوارج کا تعاقب شروع کر دیا۔  
رجال مہلب کو خوارج نے بھگا دیا۔  
مہلب پر خوارج کا ایک اور حملہ۔



## مختار سے جنگ میں مہلب کی شرکت — ۱۱۷

- مہلب عراق میں۔  
خوارج چھاپے مارتے رہتے تھے۔  
خوارج کے سربراہ اور وہ اصحاب کا قتل۔  
خوارج نے اصفہان کا محاصرہ کر لیا۔  
خوارج کا نیا سردار «قطری»

## جنگ کے شعلوں میں — ۱۲۱

- مسلل اور متواتر جنگ۔  
خوارج کے عجیب و غریب اصول۔  
مہلب کی شوخ طبیعت۔  
میدان جنگ سے باہر دوست۔  
خوارج کے زلٹنے والے نقوش۔  
لطیف حوادث۔  
خوارج کا طنز لطیف۔  
اغانی کی ایک دلچسپ روایت۔

## جنگِ خوارج کے بعض پہلو — ۱۲۶

- قطری سردارِ خوارج کی کامیابیاں۔  
مہلب قبائلی تعصب کا شکار بنایا گیا۔  
مہلب کو خوارج جادو گر کہتے تھے۔  
مہلب نے اپنا نرخ بڑھا دیا۔

## حجاج بن یوسف میران میں — ۱۲۹

- حجاج کا اہل عراق سے ایک سوال۔  
حجاج مہلب سے مطمئن نہ تھا۔  
حجاج مہلب کو اکساتا رہتا تھا۔  
مہلب اور حجاج کی تلخ خط و کتابت۔

## تاریخ خوارج کی ایک انمول شخصیت — ۱۳۳

- مہلب کی نئی چال۔  
شیب کی شخصیت۔  
تاریخ خوارج کی ایک انمول شخصیت۔  
شیب کی شخصیت۔



- صالح بن مسروح۔  
 شیبہ امام خوارج بن گیا۔  
 حجاج کی بے قراریاں۔  
 شیبہ مدائن میں۔  
 حجاج شیبہ کی کامیابیوں سے سرا سیمہ ہو گیا۔ شیبہ کی دھاک بیٹھ گئی۔  
 حجاج کی طرف سے سپاہ شام کی طلبی۔  
 حجاج میدان جنگ میں۔  
 خوارج سے لشکر مخالف ڈرتا تھا۔  
 شیبہ کی لاش کے ساتھ بدسلوکی۔  
 عبرت انگیز حوادث۔  
 شیبہ سخت مزاج تھا۔  
 حجاج کی برہمی اپنے فوجی افسر پر۔  
 خوارج سے گھمسان کی لڑائیاں۔  
 شیبہ کوفہ میں۔  
 حجاج کے غلام کا شیبہ کے ہاتھوں قتل۔  
 غزالہ لڑتی ہوئی ماری گئی۔  
 شیبہ کی عراقی۔  
 شیبہ کی بہادری۔

## ۱۴۶ مکر و حیلہ سے خوارج کو شکست دینے کی تدبیریں

- مہلب کا فیصلہ۔  
 جھڑپوں کا سلسلہ جاری رہا۔  
 مہلب نے کس طرح خوارج کو آپس میں لڑایا۔  
 قطری سے لوگ ٹوٹنے لگے۔  
 مہلب اور حجاج کا نظریاتی اختلاف۔  
 زقاد، ایک عرب سورما۔  
 خوارج میں اختلاف یاہمی۔  
 مہلب اور اس کے بیٹوں کی جنگ۔  
 مہلب کی ایک اور سازش۔  
 خوارج کی دو جماعتوں میں جنگ۔  
 سخت ترین جنگ۔  
 ایک خارجی عورت کی میدان جنگ میں بہادری۔

## ۱۵۴ خوارج کا یاہمی اختلاف انہیں لے ڈوبا

- عبدالربہ البکیر، نیا سردار خوارج۔  
 مہلب نے تعاقب جاری رکھا۔  
 مہلب کے کارناموں میں حجاج کا اظہار مسرت۔  
 عبدالربہ کی دل ہلا دینے والی تقریر۔



فہرست مباحث

مہلب کی رپورٹ حجاج کو۔

اپنی نوعیت کا واحد معرکہ۔

۱۶۹

## حجاج کا جشنِ مسرت

حجاج کا سوال، قاصد کا جواب۔

مہلب کا قاصد۔

اللہ کی تلوار۔

مہلب حجاج کے حضور میں۔

انعامات کی بارش۔

رقاد کا متعارف حجاج سے۔

۱۶۳

## کٹے ہوئے سر حجاج کے حضور میں

دشمن کے کٹے ہوئے سر۔

قطری کی الفاقیہ ہلاکت۔

۱۶۵

## مستشرقین یورپ اور خوارج

خوارج کا نظریہ خلافت۔

مذہب خوارج پر ایک نظر۔

خوارج ابنائے صحرا تھے۔

نظریہ خلافت میں تبدیلی۔

تسک بالقرآن میں شدت۔

تعلیماتِ خوارج پر ایک نظر۔

عجیب و غریب نظریات۔

خوارج کے افکار و خیالات۔

۱۶۹

## خارجی فرقے

۱۶۹

## ازرقہ

۱۶۲

## نجدیہ

۱۶۵

## بہلیہ

۱۶۶

## اباضیہ



صفریہ

۱۷۹

خوارج کا خاتمہ

۱۸۱

- |                                |                                 |
|--------------------------------|---------------------------------|
| خوارج کی مسلسل بغاوت -         | غزالی امویوں کے کیوں دشمن تھے - |
| خوارج کی آخری بغاوت -          | خوارج کی حکومت -                |
| خوارج ٹیمونس اور الجزائر میں - | خارجی تحریک منقرض ہیں -         |
|                                | خوارج عثمان اور زنجبار میں -    |

۱۸۵

یہ تھے خوارج

۱۹۱

مصادر اور ماخذ



# پیرایہ آغاز

اسلام کی تاریخ میں خوارج ایک جداگانہ، ممتاز اور منفرد حیثیت کے مالک ہیں۔ اسلام کی تاریخ درحقیقت جرأت و دلیری، ہمت و حوصلہ، ایثار و قربانی اور اقدام و عمل کی تاریخ ہے، خوارج کی تاریخ بھی یہی ہے۔

لیکن انفرادیت کی مخصوص شان کے ساتھ، اس انفرادی میں جلال بھی ہے اور جمال بھی۔ رواداری بھی ہے اور شدت بھی۔ تنگ نظری، تنگ خیالی اور تنگ دلی بھی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ وسعت قلب بھی، دین کے لئے کٹ مرتے کا جذبہ بھی ہے اور دین کی خاطر ساری دنیا کی عام طور پر اور اختلاف رائے رکھنے والے مسلمانوں کی خاص طور پر گردنیں کاٹ ڈالنے کا حوصلہ بھی۔

یہ عجیب لوگ تھے!

جنگ کے میدان میں مرد میدان۔

مسجد میں قرآن خواں اور عابد شب زندہ دار، گھر میں صائم النہار۔ یہ مٹھی بھر لوگ جب تک بالکل ختم نہ کر ڈالے گئے، وقت کی سب سے بڑی حکومتوں سے۔ ان حکومتوں سے جنہوں نے روم و فارس کی عظیم الشان، تہذیب آفرین، خلاق تمدن اور مٹوسس آئین جہان باقی حکومتوں کا بساط شوکت و اقبال آن کی آن میں الٹ کر



دیکھ دی تھی۔ تعداد کی کمی، وسائل و ذرائع کی نایابی اور داخلی و بیرونی موانع کے باوجود لڑے اور زندگی کی آخری سالوں تک لڑتے رہے۔ امویوں اور عباسیوں کو جب تک خوارج زندہ رہے چین سے نہ بیٹھتے دیا۔

اسلام میں یہ سب سے پہلی جماعت ہے جو جمہوریت کا علم لے کر اٹھی۔ اور یقیناً اپنے پرچم تلے یہ سارے عالم اسلام کو جمع کر لیتی۔ اگرچہ اسے زیادہ اتہاسی سند نہ ہوتی۔ اگر کچھ بھی روادار ہوتی۔ اگر بے گناہوں اور بچوں، عورتوں، بیماروں اور ضعیفوں کے خون سے اس کے ہاتھ رنگین نہ ہوتے، لیکن یہ کتنا بڑا المیہ ہے۔ کہ اس نے یہ خونریزیاں اور سفاکیاں اپنے زخم باطل میں حسبہ اللہ اور کارِ ثواب سمجھ کر کیں۔

بہر حال گمراہ اور خاطی ہونے کے باوجود اس جماعت نے زندگی کے مختلف میدانوں میں اور گوشوں میں جو یادگاریں چھوڑی ہیں۔ وہ ایسی نہیں ہیں کہ نظر انداز کر دی جائیں، وہ ایک مستقل قدر رکھتی ہیں اور تاریخ کے اوراق انہیں ہمیشہ کے لئے یاد رکھنے اور نہ بھولنے پر مصر ہیں۔

خوارج پر مسلمان مؤرخوں کے علاوہ مستشرقین فرنگ نے بھی طبع آزمائی کی ہے۔ لیکن یہ سارا مواد اسلامی اور غیر اسلامی تاریخوں میں، نیز کتب ادب و محاضرات میں ایسا بکھرا ہوا ہے۔ کہ ہر شخص کی رسائی ممکن نہیں اور فارسی تو درکنار عربی زبان میں بھی اس موضوع پر مفصل تو کیا مختصر بھی کوئی مستند کتاب موجود نہیں تھی۔

لیکن لبنان کے مشہور ادیب اور مؤرخ عمر البوالنصر نے اس طرف توجہ کی اور ایک مختصر سی کتاب لکھ ڈالی، مختصر ہونے کے باوجود کتاب اس درجہ دل چسپ اور ساتھ ہی ساتھ مستند ہے، کہ میں نے طے کر لیا اسے اردو میں ضرور منتقل ہونا چاہیے۔

نئے عرب مصنفین اپنی کتابوں میں بہت زیادہ مواد دیتے ہیں، یہ تو



حسن ہو، لیکن خرابی یہ ہے کہ تکرار و اعادہ سے باز نہیں آتے سنجیدہ مباحث  
 میں حکایت کا جوش غرور دکھاتے ہیں، اس کتاب میں بھی یہ خوبی اور کوتاہی  
 موجود ہے، جسے حد کے اندر رکھنے کی میں نے حتی الامکان سعی کی ہے۔  
 یہ کتاب اپنی معنویت اور افادیت کے لحاظ سے غیر معمولی طور  
 پر اہم ہے۔ اُمید ہے ارباب نظر اسے شرف قبول عطا فرمائیں گے۔

رئیس احمد جعفری (ندوی)



# حرفِ اول

ایک عرصہ دراز تک ان اشخاص و رجال کے حالات و سوانح کا مطالعہ میرے شب و روز کا بہترین مشغلہ رہا۔ جو اسلام کے ابتدائی دور میں نہایت ہی سنگین احوال و حوادث سے دوچار ہوئے، یہی وہ دور ہے۔ جب اختلافاً باہمی اس حد تک پہنچے کہ خلیفہ ثالث عثمان بن عفان قتل کر دیئے گئے، اور مروانی حکومت ایک ٹھوس حقیقت بن گئی۔

فتنہ اسلامیا اور اختلافات داخلہ کے احوال و کوائف پر ایک نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ چنگاری مشرق سے لے کر غرب تک دولت عربیہ میں بھڑکی ہی تھی، جس کے باعث ہولناک جنگیں لڑی گئیں، اہمیت و احدہ جماعتوں اور گروہوں میں تقسیم ہو گئی۔

مؤرخین سابقین میں کئی اصحاب تھے جنہوں نے وصف اشخاص اور نقد رجال کی اس پر خطر وادی میں قدم رکھنے کی کوشش کی، لیکن جب بحث و تجویس پر آمادہ ہوئے، تو ادب نے ان کا قلم پکڑ لیا۔ اور تقدیس نے ان کی زبان بند کر دی، کوئی بھی فریضہ انتقاد انجام نہیں دے سکا۔ کیونکہ یہ خیال لوگوں میں عام تھا۔ اور اس نے عقیدہٴ سانحہ کی صورت اختیار کر لی تھی۔ کہ



اس موضوع پر وہی قلم اٹھا سکتا ہے جو گمراہ اور گنہگار ہو۔

حالانکہ واقعہ یہ ہے، کہ عہدِ خلفائے راشدین کے اثنیٰ اس و رجال بھی ویسے ہی آدمی تھے، جیسے ہم ہیں، خدا نے انہیں معصوم نہیں قرار دیا ہے نہ قرآنِ کریم نے انہیں ہر لغزش سے بری قرار دیا ہے۔ نہ سنتِ نبوی سے یہ ثابت ہے کہ ان سے خطا سرزد نہیں ہو سکتی تھی۔

انہوں نے شمشیر بے نیام کی، ایک دوسرے سے نبرد آزما ہوئے، بعض نے بعض کو کفر کا منہم گروانا..... ان میں آپس میں جنگیں برپا ہوئیں، اور ان لڑائیوں میں ہزار ہا ہزار مسلمان شہید ہوئے، پھر یہ کیونکر ممکن ہے، کہ ادب اور تقدس ہمیں تحقیق سے باز رکھ سکے۔

ابھی چند روز کی بات ہے کہ مشہور جرمن مستشرق نوئل ویکی کی ایک کتاب میں پڑھ رہا تھا۔ اس نے قریش کے ان ابطال کی داستان بیان کی ہے جو اپنے دست و بازو کی مدد سے فاعسی اور نیز نبطی شہنشاہیت کے وارث بنے، اس مطالعے نے میرے اندر فخر و ناز کی کیفیت پیدا کر دی۔ پھر میں نے دنیائے عرب پر ایک نظر ڈالی، ماضی کی دنیا میں عجیب عجیب شخصیتوں سے میں دوچار ہوا۔ وہ شہیدانِ راہِ حق میری نظروں کے سامنے سے گزرے، جنہوں نے اللہ، محمدؐ اور وحدتِ عربیہ کے راستے میں موت کو لبیک کہا تھا۔

اسی تلاش و جستجو میں ان شہیدوں اور مردانِ کار کے نقوشِ قدم تلاش کرتا ہوا نہ جانتے کہاں کہاں پہنچا، میری نگاہِ تصور نے دمشق کا عہدِ عروج دیکھا۔ عراق کی ناقابلِ فراموش شوکت و جلال کا مشاہدہ کیا۔ غرناطہ کے باغ و چمن میری نظروں سے گزرے ہیں ان صحراؤں میں پہنچا جو مصر اور اندلس کے مابین واقع ہیں، میں نے ہند اور سندھ کی سرحدیں دیکھیں اور سوچنے لگا کہ ہمارے یہ بڑے، کتنے بڑے تھے، جنہوں نے ایک نئی دنیا پیدا کر دی



عدل اور آزادی کی دنیا، فراغِ خاطر اور سکون و اطمینان کی دنیا۔  
 خدا اس عرب قوم کو شاد کام اور باسعادت رکھے، وہ اسی قوم کے قرشی  
 اور غیر قرشی افراد تھے جنہوں نے مشرق سے لے کر مغرب تک کے دیار و امصار  
 فتح کر لئے، جو آج اس دنیا میں نہیں ہیں لیکن اپنے پیچھے ایک ایسی داستان  
 جمیل چھوڑ گئے ہیں جو کبھی فراموش نہیں ہو سکتی۔ یہ داستان ہے امتِ عربیہ  
 اور دینِ اسلام کی، یہ وہ قصہ ہے جس کے ابواب و فضول عربوں نے  
 اپنے خونِ پسینے سے لکھے ہیں۔ ان عربوں نے نہ اس طرح زندگی بسر کی جیسے  
 عام لوگ بسر کرتے ہیں، نہ ایسی موت قبول کی جو عام لوگوں کے حصے میں  
 آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو نبوت اور وحی والہام سے مشرف کیا۔  
 میں نے ان ابطال کی داستانیں پڑھیں، حالات تلاش کئے، یہ وہ  
 لوگ تھے جو کبھی صحرائے مکہ اور مصافحاتِ مدینہ میں شتر بانی کیا کرتے تھے۔  
 پھر میں نے ان کے وہ نقشِ قدم دیکھے۔ جب یہ افواج گراں اور عاکر قاہرہ  
 کے سپہ سالار بن کر یہاں سے نکلے انہوں نے بڑے بڑے شہروں کی بنیاد  
 ڈالی۔ روم اور فارس کی دنیا میں تہلکہ مچا دیا۔ یہ وہ تھے جنہوں نے بسترِ راحت  
 پر گھریا خیمہ کے اندر مرنے سے انکار کر دیا تھا۔ انہیں تلوار کا گھاؤ یا  
 نیزے کا زخم بہت عزیز تھا!

ان صفحات میں خوارج کی تاریخ بیان کی گئی ہے، یہ وہ جماعت تھی  
 جو اسلام میں جمہوریت کا پرچم بلند کر کے سب سے پہلی مرتبہ نمودار ہوئی اگرچہ  
 کامیاب نہ ہو سکی۔ گو اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ اس جماعت نے اپنے  
 عقیدہ اور فکر کی زیادہ سے زیادہ اور گراں سے گراں قیمت ادا کرنے  
 میں کوئی تامل نہیں کیا۔ اس کی شجاعت اور دلیری اور جاں نثاری شک و  
 شبہ سے بالا ہے۔

یہ دور تاریخِ عرب و اسلام کا نہایت بہتر و شیردور ہے جمہوریت



کے قیام و بقا کے لئے نصف صدی تک یہ جماعت امویوں سے ہر موقع پر نہایت دلیری اور بے باکی کے ساتھ لڑتی رہی۔ اسے زیر کرنے اور تباہ کرنے میں امویوں کو بڑی بڑی مشکلوں سے دوچار ہونے پڑا۔ شاید بزنطینی حکومت سے دوچار ہونا پڑا۔ شاید بزنطینی حکومت سے جنگ و پیکار میں بھی اتنا نقصان نہ اٹھانا پڑا ہوگا۔ جتنا خوارج سے اٹھانا پڑا۔ لیکن بہر حال اس جماعت کو نیست و نابود کرنے اور تباہ و برباد کرنے میں کامیاب ہو گئے۔



# مسئلہ خلافت

## اختلاف، نزاع اور کشمکش کی تاریخ

فتوحاتِ اسلامیہ عربیہ کا دور عثمان بن عفان کے اوائلِ خلافت میں ختم ہو گیا  
اموی حکومت تقریباً پچاس سال فتنوں، بغاوتوں اور داخلی اختلافات میں اُلجھی  
رہی۔

انتخاب و توارث کی بحث :- بدب مسئلہ خلافت تھا۔ یعنی یہ کہ  
ان بغاوتوں اور سرتاہیوں کا اصل  
خلافت انتخاب سے منعقد ہونی چاہیے یا وراثت سے۔

جو لوگ یہ رائے رکھتے تھے کہ خلافت انتخاب سے منعقد ہونی چاہیے ان میں  
خوارج، بعض صحابہ اور جمہورِ مسلمین کا بہت بڑا طبقہ شامل تھا۔  
جو لوگ خلافت کو وراثت پر مبنی قرار دیتے تھے۔ وہ شیعہ تھے۔ یعنی انصار  
امیر المومنین علیؓ ابن ابی طالب، ان کا عقیدہ تھا کہ امامت علیؓ کا حق ہے۔ پھر ان  
کی اولاد کا، یہ لوگ امامت کو جزو ایمان قرار دیتے تھے۔ اور جو چیز ایمان کا جزو ہوئی



جمہور مسلمین کی صواید پر نہیں چھوڑا جاسکتا۔

ہم بیان کر چکے ہیں کہ جو لوگ نظریہ خلافت کی تائید میں تھے۔ ان میں جمہور مسلمین کا بہت بڑا طبقہ شامل تھا۔ اس طبقے نے اغراض سیاسیہ کے ماتحت گو تلوار نہیں اٹھائی لیکن بہت قوی تھا اور خلافت علیؑ کی تائید کرتا تھا انہیں خلیفہ راشد تسلیم کرتا تھا اس کے نزدیک خلافت راشدہ کا عہد ہر اعتبار سے بہتر اور برتر تھا۔ یہ صورت تو اس وقت تک تھی جب تک دولت امویہ کا ظہور نہیں ہوا تھا لیکن جب اموی برسر اقتدار آگئے، معاویہ بن ابی سفیان نے اپنی حکومت مستحکم کر لی۔ اور دیار و امصار عربیہ پر اپنا قبضہ مکمل کر لیا۔ تو انہوں نے اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد نامزد کیا۔ اس طرح دولت عربیہ میں ایک نئی جماعت پیدا ہو گئی جو خلافت کو باؤٹشا کا رنگ دینے لگی۔ بعض مسلمانوں نے اس حزب جدید کی تائید کی، بعض نے مخالفت مخالفت میں سب سے زیادہ پیش پیش خوارج اور شیعہ تھے۔

خوارج اس پالیسی کے حد درجہ قولاً اور فعلاً مخالفت تھے۔ انہوں نے پوری قوت اور شدت سے امویوں کا مقابلہ کیا۔ اس کتاب میں وہ سیاسی معرکہ آرائیاں و مناہت کے ساتھ بیان کی جائیں گی جو امویوں اور خوارج کے مابین برپا ہوئیں اور اس وقت تک جاری رہیں جب تک تہلب ابن ابی صفرہ وغیرہ کبار قواد نے خوارج کو بالکل نیست و نابود نہ کر دیا۔

خوارج کا ظہور پہلے پہل معرکہ صفین کے بعد ہوا۔ جو انصار علیؑ کا مسئلہ حکیم اور جند معاویہ کے مابین واقع ہوا تھا۔ یہ واقعہ ۲۰ جولائی ۶۵۷ء کا ہے۔

اس معرکہ میں مکمل طور پر انصار علیؑ کی کامیابی ظاہر ہو چکی تھی۔ اگر وہ حیلہ بروئے کار نہ لایا جاتا جو عمرو بن عاص نے سمجھا دیا تھا۔ معاویہ کے لشکریوں نے نیزوں کی نوک پر قرآن مجید بلند کئے اور انصار علیؑ کو قرآن کی روشنی میں اختلاف دُور کرنے کی دعوت دی۔ پہلے پہل حضرت علیؑ نے حکیم کی چال قبول



کرنے سے انکار کر دیا۔ لیکن خود ان کے لشکر نے انہیں مجبور کر دیا۔ کہ تحکیم قبول کر لیں چنانچہ ناگواری کے ساتھ انہوں نے اُسے قبول کر لیا۔

تحکیم کے سلسلے میں نمائندوں کا مسئلہ بھی اختلافی بن گیا۔ خود علیؑ عبداللہ بن عباسؑ کو نامزد کرنا چاہتے تھے لیکن انکا لشکر ابو موسیٰ اشعری کے نام پر اڑا ہوا تھا ابو موسیٰ کو اپنا نمائندہ مان لینے سے علیؑ کی سیاست میں ایک نیا رخنہ پیدا ہو گیا۔ اور یہ چیز آگے چل کر نمایاں ہو گئی۔

معاویہؓ کے مندوب عمرو بن العاصؓ کی کار فرمایاں : تھے جو اپنی جیلہ جوئی اور موقع شناسی

کے لحاظ سے شہرت عام کے حامل تھے، اس بات پر اتفاق ہو گیا کہ مجلس تحکیم کا انعقاد "اذرح" میں ہو گا۔ چنانچہ دونوں حکم یعنی ابو موسیٰ اشعری اور عمرو بن العاص جو علی الترتیب علی اور معاویہ کے مندوب تھے وہاں پہنچ گئے۔

عمرو بن عاص کا شمار عرب کے غایت درجہ ہوشیار اور زیرک لوگوں میں ہوتا تھا۔ اس کے برعکس ابو موسیٰ مرجان مرج اور پریزگار شخص تھے۔ یہ پہلے

کوفہ میں عثمانؓ کے حامل تھے پھر علیؑ کے عہد میں بھی اسی منصب پر قائم رہے لیکن ان کی خلافت کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے تھے، انصار علیؑ کے زور دینے کے باعث وہ اسی طرح کوفہ کے عامل بنے رہے جس طرح انصار علیؑ کے اصرار نے انہیں حکم بنا دیا تھا۔ ان کی کیفیت یہ تھی کہ جب کوفہ سے امیر المومنین معرکہ جمل سے ذرا پہلے

بصرہ کی طرف جا رہے تھے۔ تو انہوں نے لوگوں کو امام قائم یعنی امیر المومنین کی مساعدت سے روکنے کی کوشش کی اور انہیں ترغیب دی۔ کہ اپنے گھروں میں بیٹھے رہیں، ان کی دلیل یہ تھی، کہ یہ زمانہ فتنہ کا زمانہ ہے اور فتنے کے زمانے میں بیٹھا ہوا شخص کھڑے ہو گئے آدمی سے بہتر ہے۔ ان حالات میں یہ بات ذرا

بھی تعجب انگیز نہیں ہے کہ ابن العاص نے ان کے اس غلو سے پورا فائدہ اٹھایا اور ایسی بدترین صورت پیدا کر دی جس کا بہت دور رس اثر تاریخ اور دولت



کے مستقبل پر پڑا۔

ابن عاص کی حکمت عملی :- جو مصادر ہمارے سامنے ہیں، ان سے یہ بات اچھی طرح واضح اور ثابت ہوتی ہے۔

کہ عمرو بن العاص نے نہایت ہوشیاری کے ساتھ ابو موسیٰ اشعری کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ علی اور معاویہ دونوں خلافت کی ہر حالات سے محروم ہیں۔ اور یہ لوگ ان میں سے کسی کی خلافت بھی پسند نہیں کرتے، ابن عاص نے یہ بات کچھ ایسے انداز میں اور اتنی کثرت سے پیش کی کہ ابو موسیٰ ان کے ہم رائے اور ہم خیال بن گئے اور انہوں نے یہ رائے قائم کر لی۔ کہ کسی ایسے شخص کو منصب خلافت سونپنا چاہیے جو ان دونوں شخصیتوں سے زیادہ صلاحیت رکھتا ہو۔ تاکہ اُمت مسلمہ میں جو تقریباً ان دونوں کے باعث پیدا ہو گیا ہے وہ دُور ہو جائے۔ اور کھوٹی ہوئی مرکزیت پھر سے حاصل ہو جائے۔

ان دونوں یعنی ابن عاص اور ابو موسیٰ نے سارا زور اسی چیز پر دیا۔ لیکن جو اساسی اختلاف تھا یعنی قاتلان عثمان کی گرفتاری اور سزایابی اور جسے لے کر معاویہ میدان میں اترے تھے اور جس کے باعث شام میں انہوں نے اپنی جہڑیں مضبوط کر لی تھیں، ذرا بھی زبردست نہیں آیا۔ عراقی اپنی جگہ بالکل مطمئن تھے کہ فیصلہ علی ابن ابی طالب کے حق میں ہوگا۔ کیونکہ سارے عالم اسلام میں کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو اپنے باپے میں یہ خیال کرتا ہو کہ خلافت و امامت کے سلسلے میں وہ علی سے افضل ہے۔

اہل شام معاویہ کے ساتھ ہو کر اس بات پر جنگ نہیں کر رہے تھے کہ وہ معاویہ کو بادشاہ یا خلیفہ بنا دیں، ان کی جنگ و پیکار کی بنیاد یہ تھی کہ وہ عثمانؓ کے قتل کا بدلہ لینا چاہتے تھے۔ جو ازراہ علم و عدوان قتل کر دیئے گئے تھے اور جنہیں بتایا گیا تھا کہ قاتلان عثمانؓ علیؓ کے لشکر میں موجود ہیں۔ اور علیؓ انہیں سزا دینے اور حد شرعی دینے سے انکار کر رہے ہیں۔ چنانچہ اہل شام نے حکیم کا مقصد یہ سمجھا تھا کہ کس حد تک متبعین علیؓ قتل عثمانؓ میں شریک ہیں۔



لیکن ابن عاص نے اپنی حکمت عملی سے ابو موسیٰ کو ہم نوا بنا لیا، اور دونوں نے اصل اختلافی مسئلہ یعنی قاتلین عثمان کی نوعیت و کیفیت پر کسی قسم کی گفتگو نہیں کی ان دونوں نے حکم کی حیثیت سے نہ وہ اختلاف پر کوئی روشنی ڈالی۔ نہ اسباب اختلاف پر کوئی فیصلہ صادر کیا۔ انہوں نے ایک ایسے مسئلے کو زیر بحث بنا لیا جو ان کے حدود اختیار سے باہر تھا۔ جس کے بارے میں فیصلہ کرنے کا انہیں کسی نے مجاز نہیں بتایا تھا جس کے بارے میں انہیں فیصلہ کرنے کا کوئی حق نہیں تھا

**حکیمین نے اپنے حدود سے تجاوز کیا :-** حکیمین یعنی عمرو بن العاص اور ابو موسیٰ اشعری نے ایسے معاملات و مسائل پر غور و فکر کرنا شروع کر دیا جس کا امر تحکیم سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ یہ اس پر غور کرنے لگے کہ خلافت کی صلاحیت کون رکھتا ہے؟ اور کون نہیں رکھتا؟ انہوں نے ایک ایسی نئی چیز کو اپنا موضوع فکر بنا لیا جو کسی کے حاکم خیال میں بھی نہیں تھا۔ انفرادی یا اجتماعی حیثیت سے یہ چیز بالکل نئی تھی اور خارج از بحث بھی۔

ابو موسیٰ اس تحکیم میں علیؑ کے نمائندہ تھے۔ اور ان کا فرض یہ تھا کہ اپنے موکل کی مدافعت کرتے اور صفائی دیتے لیکن انہوں نے یہ سیدھا سادا راستہ چھوڑ کر ایک دوسرا راستہ اختیار کیا۔ اور اپنے موکل سے مشورہ تک نہیں کیا کہ وہ اس کی جگہ ایک دوسرے شخص کو منتخب کرنے کی فکر میں ہیں۔

**علیؑ اور معاویہ ایک صفت میں :-** یہ صورت حال عمرو بن عاص کی پیدا کی ہوئی تھی اور انہوں نے اس سے

پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ اور معاویہ جن کی حیثیت صرف ایک عامل کی تھی، نہ اس سے کم، نہ اس سے زیادہ، علیؑ کے مقابلے میں رکھ دیا، جن کی خلافت پر مسلمانوں کی غالب اکثریت بیعت کر چکی تھی۔

لوگ معاویہ کے بارے میں اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتے تھے کہ وہ خون عثمانؓ



کا مدعا ابہرے ہوئے میدان میں آئے ہیں اور اہل شام نے جو ان کا ساتھ دیا تھا تو ان کا بیاد برانہیں بے شک عثمان کے منظر و مارہ قتل کا قتل تھا، لیکن وہ قطعاً معاویہ کے لئے نہ منصب خلافت کے طالب تھے نہ علی کی خلافت پر انہیں کوئی اعتراض تھا۔ لیکن ابو موسیٰ نے — غالباً اپنے طرز عمل کے مضمرات و نتائج کو سمجھے بغیر — معاویہ کو علی کا ہم پیمان لیا اور اس طرح وہ اس راستہ کے رہرو بن گئے جسے بڑی ہوشیاری اور حکمت عملی سے عمرو ابن عاص نے تیار کیا تھا۔

جب ابن عاص ابو موسیٰ کو اس موقف پر لے آئے تو ایسے ناموں پر گفتگو شروع ہوئی جن کی اکثریت منصب خلافت کی سزاوار نہ تھی اور جمہور مسلمین ان میں کسی کی امامت پر بیعت نہیں کر سکتے تھے، لیکن ابن عاص نے ابو موسیٰ کے دل میں یہ بات بٹھادی تھی کہ علی اور معاویہ بہر حال اس منصب کے سزاوار نہیں ہیں۔ اور عوام ہرگز ان کی خلافت کو ارا نہیں کریں گے، اور اگر یہ صورت حال قائم رہی تو اختلاف بھی باقی رہے گا۔ اور جو جنگ اب درار کی ہے۔ وہ پھر پوری شدت کے ساتھ بھڑک اٹھے گی۔ لہذا بہتر یہ ہے کہ علی اور معاویہ کو بیگ وقت بیک مجلس بر طرف کر دیا جائے اور مسلمانوں کو اختیار دیا جائے کہ وہ خود جسے اس منصب کا اہل سمجھیں منتخب کریں اور جسے چاہیں اپنی سیاست اور حکومت کا خود مرکز بنالیں۔

ابو موسیٰ اشعری ابن عاص کے ہاتھ میں کتنی عجیب بات ہے کہ جس شخص کو علی نے اپنے

حقوق اور معاملات و امور کے دفاع و حفاظت کے لئے مندرج نامزد کیا تھا وہ یہ فیصلہ کر بیٹھا کہ اس کا موکل نااہل ہے۔ اسے میدان سے ہٹا دینا چاہیے اور یہ بات مسلمانوں پر چھوڑ دینی چاہیے کہ وہ جس طرح چاہیں اپنے معاملات کو رو بہ لہ کر لیں۔

بلاشبہ ابو موسیٰ کو علی کی سیاست سے نقصانات پہنچے تھے۔ اور یہ نقصانات اصحاب علی کے باہمی اختلافات اور ظہور خوارج کے باعث پہنچے تھے۔



مسئلہ خلافت پر نزاع و کشمکش :- اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مسئلہ خلافت

ایک اختلافی مسئلہ رہا ہے، اسی اختلاف نے فرق اسلامیہ کے دو اہم ترین فرقے عصر اول میں پیدا کر دیئے۔ ہماری مراد شیعہ اور خوارج سے ہے۔

اس اختلاف کا سبب یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حالت میں اس دنیا سے کوچ فرمایا کہ اپنے بعد آپ نے کسی کو اپنا خلیفہ اور جانشین نامزد نہیں کیا تھا، یہی وجہ تھی کہ انصار نے اپنے میں سے ایک آدمی منتخب کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اور اسی مقصد کے ماتحت سقیفہ میں جمع ہوئے۔ تاکہ اچھی طرح غور و فکر کے بعد کسی کو منتخب کر لیں، لیکن ابھی وہ کوئی فیصلہ نہیں کر سکے تھے کہ ہاجرین میں سے کچھ لوگ جن میں ابو بکر و عمر بھی تھے، موقع پر پہنچ گئے۔ انہوں نے انصار کو ان کی رائے سے پلٹ دیا اور انہیں ابو بکر کی بیعت کرنے پر راضی کر دیا۔

سقیفہ بنو ساعدہ کا اجتماع :- سقیفہ کے اس اجتماع میں نہ علی موجود

اس مناقشے میں بھی کوئی حصہ نہیں لیا جو ہاجرین و انصار میں مسئلہ خلافت سے متعلق دائر تھا اور جو بالآخر ابو بکر کی بیعت پر ختم ہوا۔ بہر حال جب یہ خبر بنو ہاشم کو پہنچی تو انہوں نے بیعت کرنے سے انکار کر دیا۔

» جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سے

زیادہ قرب رکھتا تھا وہی اس کا مستحق تھا کہ خلیفہ بنایا جاتا۔ اور

یہ کہ بیعت بنی ہاشم بیعت ابی بکر سے افضل ہے۔ «

ہمیں سے اس فکر جدید کا اظہار ہوا جو لوگوں کی زبان پر اس مطالبہ کی صورت میں جاری تھی کہ ابو بکر کے مقابلے میں علی خلافت کے زیادہ مستحق ہیں اس رائے کی تائید بنو ہاشم کے بعض لوگوں نے کی، لیکن اوساط اسلامیہ میں یہ



رائے تائید نہ حاصل کر سکی۔ اور ابوبکرؓ و عمرؓ کے دور میں یہ مطالبہ بالآخر سکون اور سکوت سے بدل گیا۔ کیونکہ لوگ ان دونوں کے اخلاص دین اور عدل و انصاف کو دل سے مانتے تھے۔

لیکن جب عثمانؓ مسندِ خلافت پر بیٹھے اور

عثمانؓ کا دورِ فرمان روائی :- انہوں نے امویوں کو اپنا دست و بازو بنایا۔ انہیں مناصب عطا کرنے شروع کئے۔ ان پر عطایات اور رہبات کی بارش شروع کر دی تو لوگ بھڑکے اور ان سے ان کی سیاست سے بیزار ہو گئے۔

اس صورت حال نے امویوں اور ہاشمیوں میں عصبیت کی آگ بھڑکا دی اور اسلام نے جاہلیت کے جس جوش کو ختم کر دیا تھا وہ پھر سے سراٹھانے لگا۔ اس انتشار کا نتیجہ یہ نکلا کہ علیؓ کے داعی فریضہ دعوت میں منہمک ہو گئے اور عالم اسلام میں پھیل گئے۔ اور علیؓ کے حق کا پرچار کرنے لگے۔ حالات روز بہ روز ابتر ہوتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ متعدد شہریوں میں عثمانؓ کے خلاف بغاوت کی آگ بھڑکی اور اس وقت بھی جب وہ قتل کر دیئے گئے۔

قتل عثمانؓ کے بعد علیؓ ابن

علیؓ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت :- طالب کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کر لی گئی۔ اس موقع سے معاویہ بن ابی سفیان نے پورا فائدہ اٹھایا یہ شام میں عثمانؓ کی طرف سے گورنر تھے۔ اور اچھی طرح جانتے تھے کہ علیؓ ایک لمحہ بھی انہیں اس منصب پر برقرار نہیں رکھیں گے۔ چنانچہ خون عثمانؓ کا مطالبہ لے کر وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور علیؓ پر الزام لگایا کہ وہ گھر میں بیٹھے رہے اور خلیفہ مقتول کی مدد نہیں کی جس سے باغیوں کی حوصلہ افزائی ہوئی۔ اور بالآخر انہوں نے عثمانؓ کو قتل کر دیا۔ انہوں نے علیؓ پر یہ الزام بھی لگایا کہ ان کے لشکر میں قاتلانِ عثمانؓ کی ایک جماعت موجود ہے۔



طلحہؓ اور زبیرؓ نے اگرچہ علیؓ کے ہاتھ پر بیعت  
 کر لی تھی، لیکن وہ بھی معاویہ کے ہم نوا بن

گئے۔ طلحہؓ و زبیرؓ کی تائید حضرت عائشہؓ نے بھی کی۔ کیوں کہ بعض وجوہ سے وہ  
 حضرت علیؓ سے ناخوش تھیں۔ صحابہ میں سے بعض لوگ توفت کے مسلک پر غائل

رہے انہوں نے کسی کا ساتھ نہیں دیا۔ جن میں زیادہ مشہور عبداللہ بن عمر بن خطابؓ،  
 سعد بن ابی وقاصؓ، بطل قادسیہ، اسامیہ بن زید اور حسان بن ثابت وغیرہ تھے

علیؓ نے ان لوگوں کا یہ موقف دیکھا تو سوچا  
**فیصلہ تلوار کے ذریعے :-** کہ اب معاملہ تلوار ہی کے ذریعے فیصل

ہو سکتا ہے۔ جیسا احروپ روہ میں الو بکرنے کیا تھا۔ چنانچہ جنگ جمل برپا  
 ہوئی اور انہیں طلحہؓ، زبیرؓ اور عائشہؓ صدیقہ سے برسر پیکار ہونا پڑا، اس جنگ  
 میں وہ غالب آئے، طلحہؓ اور زبیرؓ قتل ہوئے۔

اس کے بعد صفین کا معرکہ برپا ہوا۔ اور معاویہ سے جنگ ہوئی۔ اور حیب معاویہ  
 نے محسوس کیا کہ اب مفر کی کوئی صورت نہیں ہے تو انہوں نے نیزوں کی نوک پر  
 قرآن مجید بلند کرا کے کتاب اللہ سے حکیم کا مطالبہ کیا جیسا کہ ہم شروع میں بتا چکے  
 ہیں۔



# خوارج

## افکار و عقائد اور اقدام و عمل کی نیرنگی

خوارج خالص عرب تھے، یہ لوگ علیؑ کے لشکر میں شامل تھے، ان کی اکثریت بنو تمیم سے تعلق رکھتی تھی۔ انہوں نے حکیم کے بعد اسے ماننے سے انکار کر دیا۔ اور کہا حکیم بہت بڑا گناہ تھا کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم واضح اور جلی ہے اور حکیم شک کا دوسرا نام ہے، کیونکہ متحاربین میں سے ہر فرق اس شک میں مبتلا ہوتا ہے۔ کہ ہم دونوں میں سے کون برسر حق ہے اور یہی شک غلطی اور گناہ ہے۔

خوارج نے علیؑ سے مطالبہ کیا کہ وہ علیؑ سے اقرارِ کفر کا مطالبہ :- گناہ بلکہ کفر کا اقرار کریں، یعنی یہ اقرار کریں کہ حکیم قبول کر کے انہوں نے کفر کا ارتکاب کیا اور معاویہ سے حکیم کے بارے میں جو شرط طے پائے ہیں ان سے منحرف ہو جائیں۔ اس صورت میں وہ ان کا ساتھ دیں گے، ان کے لشکر میں پھر شریک ہو جائیں گے۔ اور ان کے رفیق بن کر معاویہ سے مقابلہ کریں گے۔

علیؑ نے یہ مطالبہ ماننے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا میرے اور



معاویہ کے مابین ایک معاہدہ ہو چکا ہے اور اب میں اسے توڑنے پر تیار نہیں ہوں، باقی رہا کفر کا معاملہ تو میں اس کا اقرار کیسے کر سکتا ہوں جب کہ میں نے خدا کو ماننے کے بعد سے کبھی بھی کفر کا ارتکاب نہیں کیا۔

علیؑ نے مختلف اسباب اور وسائل اختیار کر کے خوارج

سے اتفاق پیدا کرنے کی اور انہیں قائل کرنے کی کوشش کی۔ لیکن کامیاب نہیں ہوئے صفین سے جب وہ کوفہ جا رہے تھے، تو خاریجیوں نے اپنے ایک اجتماع میں فیصلہ کیا کہ علیؑ کا ساتھ چھوڑ دینا چاہیے۔ چنانچہ ان کی رفاقت ترک کر دی۔ اس موقع پر ان کے ایک خطیب نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔

”اما بعد!

خدا کی قسم ان لوگوں کے لئے جو خدائے رحمن پر ایمان رکھتے اور قرآن کے حکم پر سر جھکاتے ہیں نہ زیبا نہیں ہے کہ اس دنیا سے مفلو ہوں گے اور بالمشروف اور ہٹی بمن المنکر اور قول حق سے باز آجائیں۔“

علیؑ اور خوارج میں جنگ : میں جس کا نام حرورہ تھا پہنچے وہاں انہوں نے ایک شخص عبداللہ بن وہب الراسی کو اپنا امیر بتایا۔

علیؑ نے جب یہ دیکھا کہ یہ لوگ کسی طرح راہ راست پر نہیں آتے، اور اشتراک و تعاون پر آمادہ نہیں ہوتے تو انہیں ان کے حال پر چھوڑا دیا۔ اور معاویہ سے لڑنے کی تیاریاں کرنے لگے۔ اسی اثنا میں انہیں اطلاع ملی کہ خوارج نے ایک صحابی رسول عبداللہ بن جناب اور ان کی بیوی کو محض اختلاف رائے کی بناء پر قتل کر دیا۔ علیؑ نے ان کے پاس ایک قاصد بھیجا تاکہ وہ صحیح حالات معلوم کرے۔ خوارج نے اسے بھی قتل کر دیا۔ ۳۷ھ میں علیؑ اپنا لشکر لے کر ان خوارج کے سر پر جا پہنچے، لیکن لڑنے سے پہلے انہیں موقع دیا کہ اگر



اب بھی وہ اپنی غلط روی سے باز آجائیں تو انہیں امان حاصل ہو سکتی ہے  
 بعض نے یہ امان قبول کر لی، باقی نے انکار کر دیا۔ اب علیؑ نے جنگ شروع  
 کی، اور انہیں شکست فاش دے کر ان کی قوت پارہ پارہ کر دی۔

**معزکہ نہروان کے بعد:** نہروان کا یہ معزکہ خوارج کو بالکل ختم نہ  
 کر سکا۔ نہ ان کے انداز فکر اور اسلوب

رائے میں کوئی تبدیلی کر سکا۔ البتہ اب ان میں مختلف جماعتیں مختلف مقامات  
 پر پیدا ہو گئیں۔ ان جماعتوں اور علیؑ کے دستوں میں کبھی کبھی جھڑپیں بھی ہوتیں  
 لیکن سب سے عظیم اور خطرناک وہ تھی، جب خوارج کے ایک سردار ابو مریم  
 نے کوفہ پر قبضہ کرنے اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دینے کے لئے چڑھائی  
 کی۔

علیؑ نے جب کوئی چارہ کار نہ دیکھا، تو جنگ پر آمادہ ہو گئے، لڑائی  
 ہوئی اور خوارج اپنی غیر معمولی دلیری اور شجاعت کے باوجود ذلت بخش شکست  
 سے دوچار ہوئے۔

اسی طرح خربت بن راشد وغیرہ سرداران خوارج نے کئی مرتبہ علیؑ  
 سے جنگ کی۔ لیکن کبھی کامیاب نہ ہو سکے۔

**خطرناک فیصلہ:** آخر میں اس جماعت نے ایک بڑا اہم اور دور رس  
 فیصلہ کیا۔ وہ فیصلہ یہ تھا کہ علیؑ، معاویہ  
 اور عمرو بن عاص کو قتل کر دیا جائے، امیر المؤمنین علیؑ بن ابی طالب کو  
 قتل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ لیکن معاویہ اور ابن عاص بچ گئے۔ اور  
 اب معاویہ کے سرخوارج سے نپٹنے کا بوجھ آں پڑا۔



## خوارج کی اصل و حقیقت

مؤرخین اور مستشرقین کا اس باب میں اختلاف ہے۔ کہ خوارج کی اصل کیا ہے بروٹو کا خیال ہے کہ یہ بدوی تھے۔ جنہوں نے فتوح اولیٰ کے بعد کوفہ اور بصرہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔

خوارج اہل روہ کے لوگ تھے۔ جو عرب کے رہنے والے تھے اور دیہاتی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد حکومت اسلامی اولیٰ سے یہ سرسبز پیکار رہے۔

معاویہ کا قول خوارج کے بارے میں :- ہوتا ہے کہ بروٹو غور کرنے سے معلوم اور ولہائڈن کے افکار و آراء میں جو خوارج سے متعلق انہوں نے ظاہر کئے ہیں کوئی خاص اختلاف نہیں ہے، اس لئے کہ یہ واقعہ ہے کہ باشندگان کوفہ اور بصرہ کی اکثریت بدوی عربوں پر مشتمل تھی، جنہوں نے جنگ فارس میں بڑھ چڑھ کر ممتاز اور نمایاں طور پر حصہ لیا تھا۔ یہ لوگ جب نئے



عربی شہروں یعنی بصرہ اور کوفہ میں پہنچے تو اپنے ساتھ فضائل اور مفاسد بھی لیتے گئے، خاص طور پر قبائلی تعصب تو ان کی رگ رگ میں رچا ہوا تھا، اور یہی چیز ان کی حیات اجتماعی پر اثر انداز تھی، نظام حکومت کو بھی یہ اسی سانچے میں ڈھالنا چاہتے تھے، اور جب ان کا یہ مقصد پورا نہیں ہوتا تھا تو حکومت کی مخالفت میں جوش و خروش کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوتے تھے، ان کے بارے میں معاویہ نے بڑے پتے کی بات کہی تھی :-

”یہ خوارج اپنی طینت اور جبلت کے اعتبار سے حیات

موحدہ بسر کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے۔ یہ اجتماعی زندگی

کو ناپسند کرتے ہیں اور اس پر بدوی زندگی کو جو تمام تر افراد کی

زندگی ہوتی ہے ترجیح دیتے ہیں۔ ان میں کا ہر شخص اپنے آپ کو

ایک جماعت اور گروہ سمجھتا ہے۔“

اسلام میں مذہبی فرقوں کا مرکز و مصدر :- نبیہ کا اسلام میں

قیام صرف عراق اور شرقی عراق میں ہوا، شام اور سوریہ میں اس طرح کی کوئی چیز ظہور پذیر نہیں ہوئی کیونکہ ان مقامات کے باشندوں میں اس طرح کا کوئی اثر نظر نہیں آیا۔ اس کے برعکس عراق اور مصنفات عراق میں ہم دیکھتے ہیں کہ نئی نئی دینی اور مذہبی جماعتیں پیدا ہوئیں، فتنے اٹھے انقلابات آئے اور بغاوتیں برپا ہوئیں، خلافت امویہ کے پورے دور میں سارا عالم اسلام ان حالات سے زیر و زبر رہا۔

کیا اس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ ارض عراق اور اس کے ارد گرد کے مقامات مثلاً بلاؤ خراسان و فارس کی فضا ایسے فتنوں اور سورشوں کے لئے خاص طور پر مسزاوار تھی حالانکہ سوریہ اور فلسطین میں کبھی بھی نہ ایسا فتنہ

لے العقد الفرید۔



اٹھا اور نہ ایسی کوئی شورش برپا ہوئی۔

عراق اور دوسرے بلادِ شریفہ  
**عراق کیوں نئے فرقوں کا مصدر تھا؟** کے اجتماعی و سیاسی احوال  
 کو اٹف کا اگر عام نظر سے مطالعہ کیا جائے تو یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ  
 یہاں مسیحیوں، آرامیوں، پارسیوں اور مجوسیوں کی متعدد اور مختلف جماعتیں  
 موجود تھیں اور ان جماعتوں کا عرب مسلمانوں سے گہرا ربط و ضبط قائم ہو چکا تھا  
 جنہوں نے عراق میں بہت سی دینی جماعتیں اور کئی نئے مذاہب کے قیام میں  
 مدد دی۔

اس کے باوجود کہ بنی امیہ کے  
**مسلم معاشرہ پر اجنبی اثرات** :- خلفاء کی پہلی کھیپ مسیحیوں سے  
 اور دوسرے مذاہب کے لوگوں سے کافی متاثر تھی اور انہیں حکومت کے بڑے  
 بڑے مناصب بھی تفویض کئے گئے تھے، لیکن سوریہ کی مسلم سوسائٹی ہر قسم کے  
 اجنبی تاثر اور تاثیر سے محفوظ رہی، اس کی حالت میں کسی طرح کا کوئی تغیر نہیں  
 پیدا ہوا اور وہ متازعات مختلف جنہوں نے عراق کو اپنا مرکز بنا رکھا تھا۔ سوریہ  
 کے مسلمان ان سے قطعاً غیر متاثر رہے۔

اصل بات یہ ہے کہ سوریہ میں گویساٹیوں اور دوسرے لوگوں کو حکومت  
 کے بڑے بڑے مناصب تفویض ہوئے۔ وہ خلفاء وقت کے مقرب بارگاہ بھی  
 بنے لیکن ان کا اثر محدود رہا۔ کیونکہ ان کی تعداد انگلیوں پر گنی جاسکتی تھی اور  
 وہ اسلامی سوسائٹی کے لئے چاہتے بھی تو کوئی خطرہ نہیں بن سکتے تھے۔ لیکن  
 عراق میں صورت احوال بالکل برعکس تھی، فتوح اولیٰ کے بعد یہاں کی اکثریت  
 غیر مسلم تھی، اس نے جب عراق میں اقلیت عربیہ مسلمہ سے میل جول اور ربط  
 قائم کیا تو اجنبی تاثرات بھی اس پر اثر انداز ہوئے پھر ایک بات یہ بھی تھی کہ عراق  
 مرکز خلافت سے دور تھا اور کافی دور تھا۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ جہاں داخلی



طور پر دمشق اور امصار دمشق میں امن امان ضبط و نظم اور اطمینان و عافیت کی کار فرمائی نظر آتی تھی اس لئے کہ وقت کی حکومت کا پایہ تخت یہیں تھا اور وہ پوری قوت و شوکت کے ساتھ ہر طرح کے حالات کا مقابلہ کر سکتی تھی۔ وہاں عراق میں اس کی یہ قوت و شوکت ضعیف تھی۔ اور اس کا اثر بہت کم تھا۔ ایک بات یہ بھی پیش نظر رکھنی چاہیے کہ عراق اور فارس میں فتوحات اسلامیہ کا اثر جماعت مسیحیہ اور مجوسیہ پر بہت کم پڑا، ان کے داخلی اور خارجی معاملات جوں کے توں قائم رہے۔ اور خلفائے اول نے اپنے طرز عمل سے ان مسیحی اور مجوسی جماعتوں کو ایسی دینی اور شخصی آزادی دے دی۔ جو انہیں عہد گزشتہ کے بیزنطینی اور فارسی عہد حکومت میں بھی حاصل نہیں تھی۔

ایک بات اور بھی بہت نمایاں ہے اور اسے بھی نظر انداز نہیں

**عیسائی مسلمانوں کی ماتحتی میں :-** کیا جاسکتا وہ یہ کہ کئی مسیحی شہر ایسے تھے مثلاً یوہا اور فصلیبین وغیرہ، جو مفتوح ہو چکے تھے اور ان پر عربی حکومت قائم ہو چکی تھی، لیکن نہایت اچھے اور عمدہ شرائط پر انہوں نے مسلمانوں کی ماتحتی قبول کی تھی، جس کی سب سے اہم اولہ بنیادی شرط یہ تھی کہ ان کے کنائس کو ہاتھ نہیں لگایا جائے گا، اسی طرح فارس میں شہر رعمے اور بلدہ کو ماس (Damas) ان دونوں شہروں نے اپنے دروازے عربوں کے لئے کھول دیئے تھے، اور اس کے صلے میں یہ رعائتیں حاصل کی تھیں۔

(۱) ان شہروں کے باشندوں میں سے کسی شخص کو غلام نہ بنایا جائے گا،  
 نہ اس سے بیگار لی جائے گی۔ (۲) معاہدہ مزہدم نہیں کئے جائیں گے۔  
 (۳) مجوسی مذہب کے معاملات میں مداخلت نہیں کی جائے گی۔  
 آذربائیجان میں بھی انہی شرائط کے ماتحت عربوں نے اپنا عمل دخل قائم کیا۔



مسلمانوں کی رواداری مسیحیوں سے :- کہ بطریق نسطوری کا

دلیویاب، از ۶۸۶ء، اپنے فرقہ کی سرداری پر عثمان اور علی کے عہد میں برابر قائم رہا۔ اس نے لکھا ہے کہ :-

عربوں کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی حکومت سونپی ہے۔ یہ لوگ نصرانیت کے دشمن نہیں ہیں بلکہ ہمارے دین اور مذہب کا پورا پورا احترام کرتے ہیں ہمارے راہبروں، پادریوں اور کاہنوں کی عزت و تکریم میں ذرا بھی کوتاہی نہیں کرتے ہمارے ویر اور کنیسے ان کی امداد و اعانت کے مرحوم منت ہیں ایک اور جگہ اس نسطوری قائد کی تحریر سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ اس زمانہ میں اسقفوں کو مکمل اختیارات اپنے دینی، قومی اور نجی معاملات میں حاصل تھے بغیر کسی خوف اور اندیشے کے وہ اپنے اعمال مذہبی انجام دیتے تھے۔

اور اپنے لئے جو جادہ انہوں نے مقرر کر لیا تھا، بغیر کسی روک ٹوک کے اس پر چل رہے تھے، عربی حکومت کی طرف سے نہ ان کے راستے میں رکاوٹ ڈالی جاتی تھی، نہ ان پر کسی قسم کی پابندی عائد کی جاتی تھی، نہ انہیں کسی قسم کی زحمتوں سے دوچار ہونا پڑتا تھا۔

اس سے ثابت ہوتا ہے، کہ عراق اور فارس میں مسیحیت کی جڑیں اس حالت میں بھی قائم اور مضبوط رہیں، کہ مسلمان ان مقامات پر غلبہ اور تسلط حاصل کر چکے تھے صرف یہی نہیں مسلمان ہمیشہ ان مسیحیوں کے ساتھ اچھی طرح پیش آتے رہتے تھے، اور ان دونوں کے مابین قوی اور گہری روابط قائم رہے جس میں سریانی زبان بھی کافی مددگار ثابت ہوئی، جو بلا و عرب کے شمال میں اور خاص طور پر بحرین میں اپنا ایک خاص مقام رکھتی تھی، کیونکہ ان مقامات پر علیسائیوں کے ویر اور کنیسے، راہب اور پادری پانچویں صدی



عیسوی سے موجود چلے آ رہے تھے۔

مجوس کے ساتھ مسلمانوں کا حسن سلوک : جس طرح مسیحیوں

کا خلا ملا اور ربط ضبط تھا، اسی طرح مجوس کے ساتھ بھی مسلمانوں کا یہی رویہ تھا، عراق میں دوسرے شہروں کے برعکس یہ تعلقات زیادہ گہرے اور استوار تھے، کیونکہ فارسی اور آرامی لوگ فتح اسلامیہ کے بعد عربی السماء کا بے دھڑک استعمال کرنے لگے تھے، اس چیز نے انہیں عربوں سے اور زیادہ قریب کر دیا تھا، ان کے مراکز بھی عراق سے قریب تر تھے، اور یہ بات حکومت اسلامیہ کے دوسرے شہروں کو حاصل نہیں تھی۔

مسیحی اور پارسی عورتیں مسلمان گھروں میں : ہمارے سامنے

نہیں ہے جس سے ہم باسانی اس بات کی تجدید کر سکیں کہ فتوح اولیٰ کے بعد اسلام پر مسیحیت کی تاثیر کا رنگ تھا، لیکن ایک بات بہر حال پوری صحت اور اسناد کے ساتھ کہی جا سکتی ہے وہ یہ کہ مسلمان گھروں میں مسیحی عورتیں بکثرت پہنچنے لگی تھیں، بیوی کی حیثیت سے بھی اور خادمہ کی حیثیت سے بھی، یہی حال پارسی عورتوں کا بھی تھا۔ یہ بھی یہ تعداد کثیر مسلمان گھروں میں پہنچ چکی تھیں، بیوی بن کر بھی اور خادمہ بن کر بھی۔

قبیلہ بتو تمیم اور تو مسلم عجم : بلاذری نے بتایا ہے، کہ فارس کے چار ہزار سپاہیوں نے جو شہنشاہ کی فوج میں شریک تھے، ایک بہت بڑے معرکے کے بعد جس میں مسلمان ظفر مندر ہے اور اہل فارس کے حصے میں شکست آئی۔ مسلمانوں سے امان مانگی۔ یہ لوگ

LETTERS OF THE PATRIARCH ISHO - YABNI II

EDITED BY DUAVT. PARIS 1804-1805



بصرہ پہنچے اور وہاں بنو تمیم کے سوالی بن کر رہنے لگے، اسی طرح بلاذری نے یہ بھی بتایا ہے کہ اصمہان کے پارسیوں کی بہت بڑی تعداد بصرہ میں آکر بس گئی۔ ان میں سے بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اور عرب کے ایک قبیلہ بنو تمیم کے ساتھ مل کر رہنے لگے۔ یہ بہت دلیر اور قوی قبیلہ تھا، زعماء خوارج کی بہت بڑی تعداد اسی قبیلے سے تعلق رکھتی ہے۔

خوارج نے جب زور پکڑا، اہل فارس خوارج کے ساتھ تھے :- شورش اور بغاوت پر

آبادہ ہوئے تو اپنے ساتھ بہت سے اہل فارس کو ملا لیا جو اسلام قبول کر چکے تھے۔ اور ان سے مل جل کر رہتے تھے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ۵۹ھ میں ابو مریم نے جب شورش کا جھنڈا کوفہ کے قریب بلند کیا تو اس کے انصار میں موالی بھی تھے جو عرب نہیں تھے، یعنی فارس وغیرہ کے وہ لوگ جنہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ لیکن قوم عرب سے ان کا کوئی تعلق نہ تھا۔

اسی طرح عبداللہ الماحوز کے انصار بھی اجناس مختلفہ پر مشتمل تھے۔ اسی لئے مہذب نے ان کا نام حقارت سے ”عبید“ یعنی غلام رکھ چھوڑا تھا۔ کیونکہ یہ عرب نہیں تھے۔

یہ سب لوگ تنگ غلامی دور کرنے اور عبدیت کا داغ دھونے کی فکر میں سرگرداں تھے۔ اسی جذبہ کی تندی اور تیزی نے رفتہ رفتہ انہیں گروہ خوارج کا سب سے زیادہ متعصب اور مشتعل حصہ بنا دیا۔

جب ”المستور“ و خارجی کو حالات سے مجبور ہو کر کوفہ چھوڑنا پڑا تو وہ بھاگ کر خیرہ پہنچا، جو ایک مسیحی شہر تھا۔ اور یہاں اسے جائے پناہ مل گئی۔ پھر جب ابن الاشعث نے حجاج کے خلاف بغاوت اور شورش کا پرچم بلند کیا تو عراق میں رہنے والے بعض عربوں کے علاوہ جن لوگوں اور جماعتوں نے اس کا ساتھ دیا ان میں شیوہ، خوارج، اہل فارس اور مسیحی خاص طور پر قابل ذکر



ہیں چنانچہ حجاج نے نجران کے ان عیسائیوں کو جو حضرت عمرؓ کے عہد سے کوفہ میں بود و باش اختیار کئے ہوئے تھے، اس شورش اور لغاوت کا ذمہ دار قرار دیا۔

## فرقہ نجدات کا انجام

جن بلاد و امصار میں خوارج کی اکثریت تھی۔ ان پر ایک تحقیقی نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ خوارج کی اکثریت عرب نہیں تھی۔ البتہ آزارقہ اور نجدات مشتمل ہیں۔ کیونکہ خوارج کے یہ فرقے بڑی حد تک بلکہ تمام تر عربوں ہی پر مشتمل تھے کیونکہ خارجیوں کا یہ فرقہ جو نجدات کے نام سے موسوم ہے، شمالی جزیرہ عربیہ میں ظہور پذیر ہوا۔ اس کا مرکز یمامہ تھا۔ عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں اس کی ایسی سرکوبی کی گئی کہ پھر اس کا بس بھی باقی نہ رہا۔ اور یہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔ گو اس کی ایک مختصر سی ٹکڑی سجستان روپوش ہو کر پہنچ گئی۔ اور وہاں اپنے مسلک کی دعوت و تبلیغ میں مصروف ہو گئی۔

**خوارج کا اثر و نفوذ**۔ خوارج کے ایک اور فرقہ آزارقہ نے بصرہ میں اپنے قدم جمائے تھے۔ عہد حجاج بن یوسف میں بصرہ کے آس پاس کے مقامات پر بھی اس کا اثر و نفوذ غیر معمولی حد تک بڑھ گیا تھا۔

جنوبی عرب اور شمالی و مشرقی افریقہ کے علاوہ جن بلاد میں خوارج کا اثر و نفوذ برابر بڑھنا چلا جا رہا تھا، ان میں کرمان، سجستان، خراسان، عراق مابین النہرین، فارس کے بعض مقامات اور سواد عراق شامل تھے۔

۱۔ اباضیہ فرقہ بھی عربوں پر مشتمل تھا۔ اس کی گروہ کی خصوصیت یہ تھی کہ حکمرانوں کے اعتبار سے یہ معتدل مسلک رکھتا تھا۔ اس کی قیادت ابو حمزہ کے ہاتھ میں تھی۔

۲۔ میں اس فرقہ خوارج نے مکہ مکرمہ اور مدینہ پر قبضہ کر لیا تھا۔

۳۔ البلاذری۔



کیرمان اور مابین النہرین میں خوارج عہد عباسیہ تک باقی رہے۔

لیعقوبی نے یعقوب سے روایت کی ہے (جو خود بھی ایک خارجی تھا)

کہ ارض فارس میں خارجی جس کسی سے برسر پیکار ہوتے تھے، تو کیرمان کے ایک مقام (بام کو قید خانہ کے طور پر استعمال کرتے۔ اور یہاں اپنے دشمنوں کو قید میں ڈال دیتے) اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ خوارج کے تعلقات اس شہر کے مسیحی باشندوں سے کتنے گہرے تھے اور وہ ان پر کس درجہ اعتماد کرتے تھے۔ اس سے اس امر پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ دسویں صدی عیسوی تک کیرمان خوارج کا گڑھ بنا ہوا تھا۔ اور یہاں ان کی تعداد بہت زیادہ تھی۔

تصریحات بالا  
خوارج میں عرب اور غیر عرب شامل تھے۔

واضح ہو گئی کہ خوارج ایک جماعت کی حیثیت سے جب ابھرے تو وہ تمام تر عرب تھے، پھر ان کے ساتھ غیر عرب موالی زیادہ تر ان مسیحیوں اور مجوسیوں پر مشتمل تھے جو بعض موثرات کے ماتحت مسلمان ہو گئے تھے اور ان کے علاوہ ان مجوسیوں اور مسیحیوں سے بھی خوارج کے کافی مراسم اور تعلقات تھے جو اپنے نصرانی یا مجوسی مذہب پر قائم تھے اور مسلمان حکومت کے زیر سایہ عافیت اور سکون و اطمینان کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ جن کے مذہبی، قومی اور نجی معاملات میں مسلمان حکومت نہ کسی قسم کی مداخلت کرتی تھی، نہ جن کو باعزت شہری کی زندگی بسر کرنے میں کوئی دشواری یا زحمت ہوتی تھی جو نہایت آسودگی اور بے فکری کے ساتھ مسلمانوں کے اندر اور مسلمانوں کے پڑوس میں اور مسلمانوں کے ساتھ بے غل و غش زندگی بسر کر رہے تھے۔

بہر حال یہ ایک طے شدہ اور ثابت حقیقت ہے کہ جو مسیحی اور مجوسی



اپنے دین و مذہب پر قائم تھے، انہوں نے پاپس پروس کے عرب مسلمانوں کو بلاشبہ متاثر کیا۔

لیکن اس تاثیر کے حدود کہاں تک پہنچ گئے، اور کہاں سے دراصل شروع ہوئے تھے، اس کی تفصیل اور تعین و تحدید بوجہ اکمل و احسن ممکن لیکن بہر حال یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ یہ تاثیر موجود تھی۔ یہ رنگ لائے بغیر نہ رہی، متعدد مواقع پر اور مختلف حیثیتوں سے یہ ظاہر ہوئی۔ اور اس کے آثار و نقوش اب تک تلاش کر لئے جاسکتے ہیں۔



## خوارج کا ظہور

فارس کی جنگیں جب ختم ہوئیں تو ان عربوں کی اکثریت جنہوں نے ان جنگوں میں حصہ لیا تھا۔ اپنے پارسی اور مسیحی موالیوں غلاموں کے ساتھ جو اسلام قبول کر چکے تھے۔ بصرہ اور کوفہ میں اقامت اختیار کر لی۔ ان دونوں شہروں کی بنیاد عمر بن خطاب کے زمانے میں پڑی تھی، یہ دونوں شہر دراصل چھاؤنی کی حیثیت رکھتے تھے۔ کیونکہ یہاں فوجوں کے پڑاؤ کے معنی یہ تھے۔ کہ حدودِ فارس اور آرمینیا کے مقامات کی نگہداشت بہ آسانی ہو سکے۔

خوارج زیاد تر بدوی عرب تھے۔ عرب اپنے موالیوں کے ساتھ ان شہروں میں سکونت پذیر ہوئے۔ دنیا کی کون چیز تھی جو انہیں حاصل نہ تھی۔ مالِ غنیمت اور دشمن سے چھپنے ہوئے ساز و سامان کی کثرت نے انہیں بغیر معمولی آسودگی اور عافیت عطا کر دی تھی۔ ہر ضرورت بغیر کسی زحمت اور دشواری کے پوری ہو جاتی تھی۔ تلاشِ روزگار اور فکرِ معاش سے مطمئن ہونے کے بعد اب ان کے اوقاتِ امر و نہیہ قرآن و اصول اور ان تمام مسائل پر غور کرنے میں صرف ہونے لگے، جو کسی درجہ



میں بھی حیاتِ روح اور دنیویہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اس جگہ یہ بات ہم صاف کر دینا چاہتے ہیں کہ خارجی عقیدہ کی نشوونما سب سے پہلے ان بدویوں میں ہوئی جنہوں نے فارس کی جنگوں میں خصوصیت اور ناموری حاصل کی تھی۔ چنانچہ خوارج کی اکثر نمایاں اور ممتاز شخصیتیں صحرائی قبائل سے رشتہ نسب رکھتی تھیں اور اب انہوں نے بصرہ اور کوفہ میں مستقل توطن اختیار کر لیا تھا۔

**قتل عثمان پر وہ فتنہ اپنے نقطہ عروج پر پہنچ گیا جو ان کی زندگی ہی میں سر**

اٹھا چکا تھا۔ حکیم کے مسئلے پر جو اختلاف پیدا ہوا وہ بہت جلد سنگین صورت میں بدل گیا۔ اور اب ان صحرائی قبائل کے لوگوں کو پہلے پہل وہ بات محسوس ہوئی جو اس سے پہلے کبھی ان کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں آئی تھی۔ وہ یہ کہ اگر خلیفہ جماعت کی رائے سے اختلاف کرے تو اسے معزول کرنا یا قتل کر دینا ممکن ہے، باقی رہی یہ بات کہ خلافت کے سلسلے میں قریشی کی حیثیت کیا ہے اور یہ منصب صرف قریشیوں کے لئے ہے یا دوسرے بھی اس سے متمتع ہو سکتے ہیں؟ اسے خوارج نے کوئی اہمیت نہیں دی۔ اس سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ قریش کے استحقاقِ خلافت سے متعلق جو حدیث بیان کی جاتی ہے وہ صحیح نہیں ہے کیوں کہ خوارج اپنے عقائد کے اعتبار سے قرآن و سنت سے بہت زیادہ قریب تھے اور ان کی مخالفت کا ازکاب برگز نہیں کر سکتے تھے، پس اگر استحقاقِ قریش والی حدیث نص صریح کی حیثیت رکھتی ہوتی تو خوارج نہ اس کا انکار کرتے، نہ اس سے اختلاف کرتے۔ قتل عثمان نے اس جماعت کو ایک نیا مسئلہ ہم پہنچایا جو بدست و حکومت سے تعلق رکھتا تھا۔ یعنی یہ کہ اگر خلیفہ وقت جماعت کی رائے سے انحراف کرے اپنے منصب سے دست بردار نہ ہو۔ بلکہ اس پر اصرار کرے کہ وہ اپنی مسند پر قائم رہے گا۔ عامہ مسلمین، اس کی سیاست کو ناپسند کرتے ہوں تو بھی وہ ان سے بے پروا رہے، وہ اس کی مخالفت اور حکومت کو ناقابل برداشت سمجھتے



ہوں پھر بھی وہ اپنی جگہ پر قائم رہے تو ایسی صورت میں اسے قتل کیا جاسکتا ہے

ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ یہ قبائل عربیہ

**قبائل عربیہ کی خصوصیت :-** کسی شخص کی سیادت و حکومت کو  
اسی صورت میں تسلیم کرتے تھے۔ جب کہ وہ ذاتی طور پر اس کی ٹکر کا ہو، اور  
اس شخص کی حکومت کو سخت ناپسند کرتے تھے۔ جس سے کسی طرح کی قرابت اور  
نسب کا تعلق نہ ہو یا وہ اس قبیلہ سے تعلق نہ رکھتا ہو۔ یہ رواج عہد جاہلیت سے  
چلا آ رہا تھا، پھر جب عثمانؓ قتل ہوئے اور مسئلہ خلافت پر ان کے بعد علیؓ اور معاویہؓ  
کے مابین اختلاف پیدا ہوا تو یہ ایک نیا مسلک پیدا کرنے کا موجب بنا، کیونکہ  
قتل عثمانؓ نے اس مسئلے کا فیصلہ کر دیا کہ سیاسی افکار و آراء حکومت کی تشکیل  
میں کافی اثر رکھتے ہیں۔ یہ ایک ایسا جدید سیاسی نظام تھا جو ان جماعتوں کی  
نفسیات سے بہت قریب تھا جو اسلام میں داخل ہوئی تھیں، کیونکہ جمہوری نظام  
بھی انہیں ایک ایسا نظام نظر آیا جس میں ان کے حقوق محفوظ رہ سکتے تھے، اور  
ان کے افراد قبیلہ اور خاندان کی تمیز و تخصیص کے بغیر مسئلہ خلافت پر پہنچ سکتے تھے  
اس نظام جدید کی رو سے کوئی مسلمان عرب بھی خلافت کا امیر و ار اور سزاوار  
قرار دیا جاسکتا تھا، جس طرح رائے عامہ کسی خلیفہ کو معزول کر سکتی تھی اس  
طرح رائے عامہ کے بل پر خلیفہ بھی بن سکتا تھا۔

**سیاسی شورشیں اور تحریکیں :-** اسلام کے عہد اولیٰ میں جو سیاسی

ان کے اسباب و غایات کا اگر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا۔ کہ ان کی بنیاد  
صرف یہ تھی کہ حکومت کا انداز و اسلوب کیا ہو اور خلافت یا امامت کے  
منصب پر کس طرح کے شخص کو فائز ہونا چاہیے۔

شیعہ جماعت کا قول تھا۔ کہ خلافت اور امامت صرف آلِ رسولؐ کا حق  
ہے اور علیؓ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے زیادہ عزیز



قریب تھے اور فاطمہؑ اور علیؑ کی اولاد احق اور رسول تھی، لہذا تمام مسلمانوں میں حکومت یعنی خلافت اور امامت کا حق انہی کو تھا۔

خوارج کی رائے برعکس تھی، وہ خلافت اور حکومت میں وراثت کے قائل تھے، ان کا خیال تھا کہ جس طرح باپ کا ترکہ بیٹے کو ملتا ہے، اس طرح حکومت اور بیادت وراثت اور ترکہ کے طور پر اولاد در اولاد کو عزیز قریب کو منتقل نہیں کی جا سکتی۔ یہ لوگ یہ رائے بھی رکھتے تھے، کہ علیؑ اور اولاد علیؑ مسلمانوں میں سب سے زیادہ حکومت و امارت کے سزاوار نہیں، بلکہ ان کا خیال تھا کہ خلافت ایک ایسا منصب ہے جس پر ہر مسلمان فائز ہو سکتا ہے، نہ نسب کی قید ہے نہ خاندان کی نہ قبیلہ کی، رسول اللہؐ سے کسی شخص کو قرب و اتصال کا موقع زیادہ ملا ہو یا کم اس سے اس کی اہلیت اور صلاحیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

نشر الخط خلافت خوارج کے نزدیک :  
خوارج کے نزدیک خلافت کا مستحق ہر وہ شخص ہو

سکتا ہے جو صالح ہو اور اپنے معاصرین میں بہتر اور برتر ہو۔ اس طرح یہ لوگ خلافت کو ایک جمہوری ادارہ سمجھتے تھے۔ برعکس اصحاب تشیع کے انہوں نے موروثی اور خاندانی نظام کی بھی سخت و شدید مخالفت کی، امویوں اور شیعوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ خاندانی اور موروثی نظام دونوں کے نزدیک درست اور جائز ہے۔ لیکن شیعوں خلیفہ کے لئے یہ ضروری قرار دیتے ہیں کہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رشتہء انتساب بھی حاصل ہونا چاہیے اور اموی اسے ضروری نہیں سمجھتے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عثمان بن  
عثمان بن عفان کی سیاست : عثمان کی سیاست نرمی، لطینت

اور لچک پر مبنی تھی، علاوہ ازیں اپنے عہد خلافت میں انہوں نے اپنے اہل خاندان رشتہ داروں انصار اور جماعت کے لوگوں کو بڑے بڑے مناصب پر فائز کیا۔ اور انہیں اپنا مقرب بنا لیا۔ یہ چیزیں شورش اور ہنگامہ آرائی کا سبب



بن گئیں کیونکہ یہ سیاست اس سیاست سے بالکل جدا تھی جو عمر بن الخطاب کی تھی۔ انہوں نے اپنے بیٹوں، عزیزوں اور رشتہ داروں، انصاروں اور خاندان کے لوگوں کو نہ مقرب بارگاہ بنایا نہ انہیں عہدے تقسیم کئے۔ نہ دوسری عنایتوں اور نوازشوں کی بھرمار کی، بلکہ ان باتوں سے ہمیشہ اپنے آپ کو دور رکھا۔ اور سب کے ساتھ بالکل یکساں برتاؤ بغیر کسی ذاتی یا خاندانی یا عائلی خصوصیات و امتیاز کے روا رکھا۔

بہر حال عثمانؓ کی اس روش کا نتیجہ یہ نکلا کہ فتنے سراٹھانے لگے ہنگامے برپا ہونے لگے شور نہیں ہوئیں اور بغاوت کی تیاریاں علی الاطلاق شروع ہو گئیں۔

ابوبکرؓ و عمرؓ نے اس نہج پر ایسی بے لوثی کے ساتھ حکومت چلائی تھی۔ کہ وہ ایک نمونہ اور اسوہ بن گئی۔ چنانچہ یہ بات فرض کر لی گئی تھی۔ کہ ان دونوں کے بعد جو بھی اس مسند پر بیٹھے گا، وہ ان روایات کو قائم رکھے گا۔ اور اسی نہج پر خلافت کا کاروبار چلائے گا، جس طرح شیخین چلاتے رہے۔

یہاں ایک بات اور بھی فراموش نہ کرنی چاہئے

## عثمانؓ اور علیؓ کا فرق

عبدالرحمن بن عوف نے عمر کے قتل کے بعد اس مجلس شوریٰ کے سربراہ کی حیثیت سے جس کے ذمے خلیفہ جدید کا انتخاب تھا، عثمانؓ اور علیؓ دونوں سے سوال کیا تھا۔

آیا وہ سنت رسول اللہ اور سنت ابوبکرؓ و عمرؓ پر اپنے دور خلافت میں عمل کرنے کو تیار ہیں؟

عثمانؓ نے بے تامل وعدہ کر لیا تھا۔ کہ وہ سنت رسول اللہ اور سنت ابوبکرؓ و عمرؓ پر بے چون و چرا عمل کرنے کو تیار ہیں۔ لیکن علیؓ نے سنت رسول کے سوا کسی اور سنت پر عمل کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اور کہا تھا کہ میرا ہر اقدام مصلحت عامہ سے توافق پر مبنی ہوگا۔



جب علیؑ نے انکار کر دیا۔ اور عثمانؓ نے وعدہ کر لیا تو خلافت انہیں کو تفویض کر دی۔ اگر علیؑ نے انکار نہ کر دیا ہوتا اور عثمانؓ کی طرح دستور ابو بکرؓ و عمرؓ پر عمل کرنے کا وعدہ کر لیا ہوتا تو بلاشبہ تزییح انہیں کو دی جاتی۔ اور منصب خلافت انہیں کو تفویض ہوتا۔

عرض جس دستور کو اُمت نے سند قبول عطا کر دی  
**عثمانؓ اور عمرؓ کا فرق :-** تھی اور جس اصول (اسوہ ابو بکرؓ و عمرؓ) پر عمل پیرا ہونے کی شرط نئے خلیفہ کے لئے اُمت نے عائد کر دی تھی۔ وعدہ کر چکنے کے باوجود عثمانؓ اس پر عمل نہ کر سکے۔ اور جب اس دائرے سے انہوں نے باہر قدم نکالا تو لوگوں میں سرکشی اور بغاوت کے جذبات پیدا ہوئے، اور وہ میدان میں اتر آئے اور ان ہنگامہ آرائیوں کا خاتمہ قتل عثمانؓ پر ہوا۔ کیونکہ عثمانؓ کے خلاف بار بار جو الزام ان کے مخالفین عائد کرتے تھے۔ وہ یہی تھا۔ کہ انہوں نے دستور مقررہ سے تجاوز کیا۔ اور کئے ہوئے معاہدہ کی خلاف ورزی کی ہے۔ کتنی عجیب بات ہے، یہ نوبت ان عثمانؓ تک پہنچی کہ جو ذاتی طور پر نہایت حلیم اور بردبار تھے، مخالفوں اور دشمنوں تک سے جن کا برتاؤ تمام تر رافت اور ملاطفت کا رہا کرتا تھا۔ بخلاف عمر بن الخطاب کے جو سخت مزاج تھے، کسی عرب کی مجال نہیں تھی کہ ان کے سامنے یہ آواز بلند گفتگو کر سکے۔ یا ان کی بات رد کر سکے، اس کی وجہ یہی تھی۔ کہ عثمانؓ نرم خوئی کے باوجود ایک ایسے منہاج کے بانی بنے۔ جس کی پیروی اُمت نے آنے والے خلیفہ کے لئے لازمی اور ضروری قرار دے دی۔

عمرؓ کا کردار جلیل و جمیل :- جائے تو معلوم ہوگا۔

• وہ جانب داری سے دور تھے۔

• تمام مسلمانوں کے ساتھ ان کا برتاؤ یکساں تھا۔



- کسی کو کسی پر ترجیح نہیں دیتے تھے۔
- ایک کی توقیر دوسرے پر صرف اس صورت میں روا رکھتے تھے۔ کہ وہ عمل صالح اور صلاح ظاہر کا حامل ہو۔
- ان کی سیاست عامہ میں کسی طرح کی چوک نہیں تھی کہ لوگ بھڑکتے اور سرکش بن جاتے۔

• ان کے احکام شک اور محابات سے پاک اور صاف تھے۔  
یہی چیزیں تھیں جنہوں نے ان کو سخت گیر بنا دیا تھا، ان میں وہ دبدبہ اور شکوہ پیدا کر دیا تھا، اور ساتھ ہی ساتھ وہ عظمت اور عقیدت بھی کہ لوگ جان و دل سے ان کی ہر پکار پر لبیک کہنے کو آمادہ رہتے۔ جب وہ لوگوں کو قربانی اور ایثار کی دعوت دیتے لوگ بے چون چرا تعمیل ارشاد پر تیار ہو جاتے، کیوں کہ لوگوں سے جو مطالبہ کرتے تھے۔ پہلے اسے اپنی ذات پر عائد کرتے اور پورا کرتے تھے۔ اپنی ذات کو بھی انہوں نے کبھی ایک لمحہ کے لئے بھی عامہ مسلمین پر ترجیح اور فضیلت نہیں دی۔ اپنے گھر والوں کو نعم دینا کا کوئی حصہ ایسا نہیں دیا جس سے کم مایہ سے کم مایہ مسلمان بھی بہرہ ور نہ ہو۔

لیکن عہد عثمانی میں یہ صورت قائم نہ رہی۔  
**منوعات وافرہ کا دور:** - عمر نے جس سیاست عادلہ کی بنیاد ڈالی تھی اب اس پر عمل درآمد مشکل ہو گیا۔ اب نہ وہ خلیفہ میں وہ بات تھی اور نہ عوام میں اب لوگ ایسے منوعات وافرہ سے بہرہ ور تھے۔ جن میں سے کسی ایک کا بھی عہد عمر میں کوئی حوصلہ نہ کر سکتا تھا۔ خود عثمان بھی اور ان کے اہل و عیال بھی بزرگ رفتہ زندگی بسر کر رہے تھے۔ اموال و جائیداد کی فراوانی تھی۔ حالانکہ عمر نے اپنے باپ کو اور اپنے اہل و عیال کو ان نعمتوں سے ہمیشہ دور رکھا تھا۔ یہی حالات دیکھ کر لوگوں نے عثمان پر سنت سلف سے خروج کا الزام لگایا۔ ان کے حلم و طہنت سے فتنہ اور اضطراب میں کمی نہیں ہوئی بلکہ وہ بڑھتا رہا، بڑھتا گیا۔



## عثمانؓ کا خطاب شورشِ پسندوں سے :- سامنے ہیں انہیں پیش نظر

جو مصادر تاریخہ ہمارے  
نظر رکھ کر ہم با آسانی ایسی مثالیں تلاش کر سکتے ہیں جن سے ہمارا مذکور بالا دعویٰ ثابت  
ہو سکتا ہے۔ مثلاً

عثمانؓ نے بیت الحرام میں توسیع اور اضافہ کا پروگرام بنایا۔ اس سلسلے میں  
بعض لوگوں سے ان کے گھر خرید لئے۔ لیکن کچھ ایسے لوگ بھی تھے۔ جنہوں نے اپنے  
گھر فروخت کرنے سے انکار کر دیا۔ اس انکار سے وہ بہت برہم ہوئے۔ اور ان  
کے گھر ڈھا دیئے، جو قیمت بنی وہ بیت المال میں داخل کر دی۔ اس پر معاملہ  
اور بڑھا۔ جن لوگوں کے گھر زد میں آئے تھے۔ انہوں نے سختی کے ساتھ احتجاج  
کیا اور خلیفہ کے اس اقدام کو سخت ناپسند کیا۔ عثمانؓ نے ان لوگوں کو قید  
کر دیا۔ اس سلسلے میں ان کا یہ جملہ بہت مشہور ہے۔

”میرے حلیم نے تمہیں مجھ پر اتنا جبری بنا دیا ہے۔ اگر یہی کام عمرؓ  
نے کیا ہوتا تو اس طرح نہ چیتے۔“

پھر بعض لوگوں کے بیچ میں پڑنے سے عثمانؓ نے لوگوں کو رہا کر دیا۔۔۔۔۔  
لیکن جیل سے یہ لوگ اس حالت میں باہر نکلے کہ اتنا مقام لینے کے لئے تڑپ رہے  
تھے ان میں سے اکثر لوگ یہ کہتے سنے گئے کہ

”آج اگر عمرؓ ہوتے تو ہم پر یہ زیادتی نہیں ہو سکتی تھی۔“

قتل عثمانؓ کا اصل سبب :- یہاں تک ہے، غور و فکر کی محتاج ہے

ہمارا تو عقیدہ ہے کہ عثمانؓ کی قاتل عمر بن الخطاب کی سیرت ہے۔ یہ سیرت  
رائعہ عدل شامل، اور انصاف کامل ساتھ ہی ساتھ ہیں۔ سختی کے موقع پر سختی  
اور نرمی کے موقع پر نرمی یہی باتیں عمرؓ کے شعار ہیں داخل تھیں اور دولتِ اسلامیہ  
کا دستور بن گئی تھیں اور بجا طور پر عثمانؓ سے یہ توقع تھی کہ اس دستور پر وہ اپنے



پیش رو کی طرح عمل کریں گے۔ لیکن ایسا نہ ہوا، اس لئے کہ عثمانؓ ایک جلیل القدر صحابی تھے۔ مگر طبیعت کے کمزور، عزیزوں سے مجبور، شدت کے برتاؤ سے معذور عزم امور سے بعید، ظاہر ہے یہ سیاست سیاستِ عمرؓ سے یکسر الگ اور جداگانہ تھی، بلکہ زیادہ صحیح الفاظ میں اس کی ضد، اور اس سے متناقض تھی۔ لیکن عہدِ عثمانؓ تک خوارج نے کوئی ایسی بات نہیں کی جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ وہ سیاستِ عثمانؓ کے مخالف تھے یا لوگوں کو ان کی مخالفت پر ابھارتے اور آمادہ کیا کرتے تھے۔ لیکن یہ بات مستند نہیں ہے کہ مدینہ اور دوسرے شہروں میں جو لوگ سیاستِ عثمانؓ کے مخالف تھے اور ان کے خلاف تحریک چلا رہے تھے، ان سے جنگ آزمائے، اور ان کے قتل تک سے باز نہ آئے، ان میں سے بعض لوگ خوارج کے ساتھ مل گئے ہوں، اور یہ بات بالکل قرین قیاس ہے، بلکہ ہم تو کہتے ہیں کہ ایسا ہی ہوا۔ کیونکہ جن لوگوں نے عہدِ عثمانؓ میں مسلمانوں کو بغاوت اور شورش پراکسایا اور طرح طرح کے جرائم کا ارتکاب کیا۔ وہ بعد میں جا کر علی کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ اور پھر یہی لوگ تھے جنہوں نے معرکہ صفین اور مسندِ نجیم کے بعد سب سے پہلے امیر المومنین علیؓ ابن طالب کے خلاف فتنہ کی آگ بھڑکانی اور ان سے برسرِ پیکار ہو گئے۔

لہذا بجاطور پر یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ جو لوگ عہدِ علیؓ میں خوارج کی حیثیت سے روشناس ہوئے یہی تھے۔ جو عہدِ عثمانؓ میں باغیوں کے روپ میں نظر آ رہے تھے۔



توارثِ اولیٰ (۱)

## خوارج اور علیؑ

تحکیم کے بعد جب علیؑ صفین سے کوفہ واپس آئے تو خوارج نے ان کے لشکر میں شامل ہونے سے انکار کر دیا۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے تحکیم کے ناکام ہونے کے بعد قبولِ تحکیم سے انکار کر دیا تھا۔ ان لوگوں کی تعداد بارہ ہزار کے قریب تھی لشکرِ علیؑ سے جدا ہو کر یہ ایک قریبی مقام حروراء میں اتر پڑے۔

یہ خوارج گروہوں میں تقسیم ہو چکے تھے۔  
**خوارج کے متعدد گروہ :-** • ان میں ایک جماعت ان لوگوں کی تھی

جو علیؑ کے موقف پر حد درجہ برہم تھی۔ اس برہمی کے باعث اس نے ان کی نصرت سے ہاتھ کھینچ لیا۔

• ان میں ایک گروہ ایسا بھی تھا۔ جو اس بات سے بگڑ بیٹھتا تھا۔ کہ جس مالِ غنیمت کی لڑائی جھگڑے میں اس رگائے بیٹھا تھا۔ وہ ٹوٹ گئی۔ اور اس طرح وہ گھائے میں رہا۔

• ان میں ایسے لوگ بھی تھے۔ جو حافظِ قرآن تھے۔ اور علیؑ سے اس لئے



نالاں اور بیزار تھے۔ کہ انہوں نے تحکیم کیوں قبول کی اور جب تحکیم کا نتیجہ معلوم ہوا تو اور زیادہ بھڑک اٹھے۔ اور ان سے قطع تعلق کر لیا۔

● خوارج کی نصف تعداد ان لوگوں پر مشتمل تھی جنہوں نے جنگ ہائے فارس میں عملی حصہ لیا تھا اور لقیہ نص۔ ان لوگوں پر مشتمل تھی جو مختلف قبائل اور مختلف جماعتوں سے آکر شامل ہو گئے تھے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ علیؑ خود بھی ان حالات

**حالات کی نامساعدت:** سے جو گزر رہے تھے خوش نہیں تھے نہ وہ

اس پر آمادہ تھے کہ صفین کی جنگ جو فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو چکی تھی اور جس میں ان کی فتح اور معاویہ کی شکست یقینی ہو چکی تھی۔ دست بردار ہو جائیں۔

نہ وہ تحکیم کو ماننے پر تیار تھے۔ اس لئے کہ کوئی بات ہی شرعی طور پر ایسی نزاعی نہیں تھی جس کا فیصلہ تحکیم سے کرایا جاتا، نہ وہ ابو موسیٰ اشعری کو اپنا مندر اور تمائز بنا نا پسند کرتے تھے، یہ ساری باتیں ان کی مرضی کے خلاف نہیں

بھی وہ امور تھے۔ جنہوں نے ان کے لشکر میں تفریق پیدا کر دی اور ان کی وہ قوت جو دشمن سے جنگ کرنے اور اس کی قوت توڑنے میں صرف ہو رہی تھی۔ معطل ہو

کر رہ گئی۔ علیؑ کو حالات کی نزاکت کا پورا احساس تھا۔ انہوں نے کوشش کی کہ خوبی اور خوش اسلوبی کے ساتھ حالات کی اصلاح ہو جائے اور بات زیادہ نہ بگڑنے پائے۔

**خوارج کو راہِ راست پر لانے کی کوشش:** ان تمام پہلوؤں پر غور کرنے کے

بعد علیؑ نے عبداللہ بن عباس کو خوارج کے پاس افہام و تفہیم کے لئے بھیجا کہ ان سے بحث و گفتگو کر کے راہِ راست پر لے آئیں۔ اور وہ رشتہ جو ٹوٹ گیا ہے پھر سے جوڑ جائے۔

ابن عباس خوارج کے پاس گئے۔ اور ان سے دریافت کیا۔

”امیر المؤمنین سے تم کس بات پر اس درجہ برہم اور ناخوش ہو رہے؟“



خوارج نے ابن عباس کو جواب دیا۔

بے شک علیؑ اب سے پہلے امیر المومنین تھے۔ لیکن جب انہوں نے دین الہی میں حکیم کا اصول قبول کر لیا۔ تو وہ دائرہ ایمان سے خارج ہو گئے۔ البتہ وہ اپنے کفر کا اقرار کر کے تائب ہو جائیں تو ہم واپس آنے کو تیار ہیں۔  
 ”ابن عباس نے ان سے کہا۔“

جو مومن اپنے ایمان کو کمزور نہ پاتا ہو، جسے اپنے ایمان میں کسی طرح کا شک نہ ہو اس کے لئے یہ کیونکر زیبا ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے کفر کا اقرار کرے؟“  
 خوارج نے یہ سن کر جواب میں کہا۔

”تمہارا خیال غلط ہے۔ علیؑ نے جب حکیم قبول کر لی تو کفر کا ارتکاب کیا۔“  
 ابن عباس نے انہیں سمجھاتے ہوئے کہا۔

”قتل صید حرم کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکیم کا حکم دیا ہے پھر یہ بات امامت میں کس طرح نا درست اور مشکوک ہو جائے گی؟“

خوارج نے اس اعتراض کے جواب میں کہا۔

”علیؑ نے حکیم قبول کی، پھر اسے قبول نہیں کیا۔!“  
 ابن عباس نے بتایا۔

”حکومت (حکم بنانا) امامت کی طرح ہے۔ امام سے اگر نسق کا ارتکاب ہو تو اس کی نافرمانی واجب ہے۔ اسی طرح جب حکیم (ابوموسیٰ اور ابن عباس) نے خلافت شرع فیصلہ کیا لہذا اسے رد کر دیا گیا۔“

لیکن ان باتوں سے خوارج کی تشفی نہیں ہوئی، وہ اپنی ضد پراڑے رہے ان کے عناد اور بغض میں کوئی فرق نہیں آیا۔

ابن عباس کے ناکام واپس آجانے کے بعد بھی علیؑ نے انہیں قائل کرنے، انہیں راہ راست پر لانے اور پھر سے شریک کر لینے کی پوری کوشش فرمائی۔ حتیٰ کہ



خود بھی یہ نفسِ نفیسِ خوارج کے پاس تشریف لے گئے، اور فرمایا: کیا تمہیں یاد نہیں کہ ان لوگوں نے جب مصاحفِ نیزوں پر اٹھائے تو میں نے تم سے کہا تھا۔ یہ مکرو فریب اور چال بازی ہے۔ اگر واقعی یہ لوگ قرآن کا حکم ماننے کو تیار ہیں۔ تو میرے پاس کیوں آئے ہیں؟ اور مجھ سے تحکیم کی فرمائش کیوں کر رہے ہیں؟ کیونکہ تم میں کوئی شخص بھی مجھ سے زیادہ اس نام بہادِ تحکیم کا مخالف نہ تھا؟

خوارج نے ان ارشادات کے جواب میں کہا۔

”خدا کی قسم آپ سچ کہتے ہیں۔“

یہ سن کر امیر المومنین نے فرمایا:-

”اور کہ تم اس حقیقت سے انکار کر سکتے ہو کہ وہ تم ہی تھے جنہوں نے مجھے تحکیم کے قبول کرنے پر مجبور کیا تھا۔ تمہارے اصرار و زور دینے کے باعث ہی میں نے اسے قبول کیا تھا۔ اور شرط عائد کر دی تھی کہ اگر حکمین (ابن عاص اور ابو موسیٰ) کا فیصلہ اللہ عز و جل کے حکم کے مطابق ہو تو مانا جائے گا۔ اگر خلاف ہو تو رد کر دیا جائے گا۔ پھر میں اور تم اس سے بری ہو گئے۔“

خوارج نے جواب دیا۔

”ہاں بیشک یہ واقعہ ہے اور ہم اعتراف کرتے ہیں کہ ہم سے کفر سرزد ہو گیا تھا۔ لیکن ہم نے توبہ کر لی، پس آپ بھی اپنے کفر کا اقرار کیجئے اور توبہ کر لیجئے، ہم ابھی کمر باندھ کر آپ کے ساتھ شام کے سفر پر چلتے ہیں، معاذیہ سے لڑنے کے لئے۔“

علیؑ نے یہ ماننے سے انکار کر دیا کہ ان سے کفر علیؑ کا پرچم امان :- سرزد ہوا تھا لیکن اس گفتگو کا نتیجہ یہ نکلا کہ کچھ خارجی آپ کے پاس پھر سے واپس آ گئے۔ لیکن دوسرے بدستور اپنی ضد اور بغض پر قائم رہے۔



اس واقعہ کے بعد خوارج نے عبداللہ بن وہب الراسی کو اپنا خلیفہ بنا لیا، یہ واقعہ ۲۲ مارچ ۶۵۶ء کا ہے۔

عبداللہ بن وہب پہلا شخص تھا جس کے حصے میں خوارج کی سربراہی آئی اسی کی سربراہی میں خوارج نے فیصلہ کیا کہ کوفہ کی طرف کوچ کرنا چاہیے چنانچہ بصرہ کے خوارج کو تاکید دی ہدایت بھی گئی کہ جلد از جلد آکر شامل ہو جائیں۔

اس ہدایت کے مطابق مسعود بن فدک اپنی ایک جماعت لے کر بڑھا اور نہروان پہنچا۔ یہ بغداد اور واسط کے مابین ایک مقام ہے۔

علیؑ کو جب ان ارادوں کا علم ہوا تو وہ نہروان کے بارے میں فکر مند ہو گئے ان کے اور خوارج کے مابین جو کشمکش ہوئی تھی۔ اس کے بعد انہوں نے خوارج کو ان کے حال پر چھوڑ دیا تھا۔ اور اب وہ معاویہ اور اہل شام سے مقابلہ کرنے کی تیاریاں یکسوئی سے کر رہے تھے، اس اثناء میں وہ ستر ہزار کا لشکر گراں قراہم کر چکے تھے انہیں اطلاع ملی کہ بصرہ کے خوارج نے ایک جلیل القدر صحابی رسولؐ حضرت جناب اوران کی بیوی کو بڑی بے دردی سے قتل کر دیا ہے۔ تحقیق احوال کے لئے انہوں نے ایک پیغام بربھیجا اسے بھی خوارج نے قتل کر دیا۔ اب اس کے سوا کوئی چارا کار نہ رہا کہ سب سے پہلے ان کی سرکوبی کی جائے چنانچہ ۶۵۶ء میں وہ خوارج کے استیصال کے لئے روانہ ہوئے۔ دونوں لشکر آمنے سامنے آکر ٹھہر گئے۔

علیؑ نے ابوایوب انصاری کو پرچم امان عطا کیا۔ یہ پرچم لے کر انہوں نے ندا دی :-

”تم میں سے جو اس پرچم تلے آجائے گا اسے امان ہے۔

جو قتل سے کنارہ کشی کرے گا اسے امان ہے۔

جو جنگ میں حصہ نہ لے گا اسے امان ہے۔

جو کوفہ یا مدائن کوچ کر جائے گا اسے امان ہے۔



جو اس جماعت سے قطع تعلق کرے گا اسے امان ہے۔

بعض خوارج تائب ہو کر علیؑ سے مل گئے :- خاطر خواہ اثر ہوگا

چنانچہ فردہ بن نوفل جس کا شمار زعمائے خوارج میں ہوتا تھا کہہ اٹھا۔  
اور خدا کی قسم ہماری سمجھ میں نہیں آتا ہم کیوں علیؑ سے لڑ رہے ہیں؟ کس  
بات پر؟ کس مقصد کے لئے۔ میں تو یہاں سے جاتا ہوں، اور اس وقت  
تک الگ تھلگ رہوں گا۔ جب تک میری بصیرت یہ فیصلہ کر دے کچھ مجھے  
علیؑ سے قتال کرنا چاہیئے۔ یا ان کے اتباع میں شامل ہو جانا چاہیئے۔

یہ کہہ کر فردہ اپنے پانچ سو ساتھیوں کے ساتھ الگ ہو گیا ایک اور  
جماعت کوفہ کی طرف پلٹ گئی۔ اس کے بعد خوارج کی جو جماعت کثیر میدان میں  
رہ گئی تھی۔ اس نے پوری استقامت اور دلیری سے علیؑ کا مقابلہ کیا، ایک دن  
تک شدید جنگ جاری رہی، لیکن اس کے بعد ان کی ہمت جواب دے گئی۔  
اور انہیں نہایت عبرت انگیز اور مہلک شکست سے دوچار ہونا پڑا۔

علیؑ کے راستے میں ایک نئی مشکل :- علیؑ جب کوفہ کے قریب پہنچ چکے  
تھے اور امیر شام معاویہ سے  
لڑنے کی تیاریاں مکمل کر چکے تھے۔ کہ انہوں نے اپنی جماعت کے ایک طبقے کو  
جنگ سے بیزار اور تالاں پایا، یہ رنگ دیکھ کر انہیں بڑھے ہوئے قدم پیچھے  
ہٹا لینے پڑے اور حالات کے روبرو ہونے کا انتظار کرنے لگے۔

اس صورت حال سے خوارج نے کافی فائدہ اٹھایا اور کئی مرتبہ حملے کئے۔  
لیکن علیؑ نے انہیں ہر مرتبہ پسپا کر دیا اور ان کے ہر حملہ کو ناکام بنا دیا یہاں  
تک کہ ایک روز دھوکے اور فریب سے انہی خوارج میں سے ایک نے  
انہیں شہید کر دیا۔



تواریثِ اولیٰ (۲)

## معاویہ اور خوارج

جب خلافت معاویہ کے ہاتھ میں آئی تو خوارج بڑی تعداد میں ان سے لڑنے کے لئے اپنی قوت مجتمع کرنے لگے۔ معاویہ کے عہد میں خوارج اور زیادہ زور پکڑ لیا خاص طور پر عراق میں ان کی سرگرمیاں بہت تیز ہو گئی۔

اس زمانہ  
معاویہ سے جہاد کے لئے خوارج کی تیاریاں : میں خوارج

کی قیادت فردہ بن نوفل الاشجعی کے ہاتھ میں تھی۔ یہ وہی شخص ہے جس نے جنگ نہروان کے موقع پر اپنے پانچ سو ساتھیوں کو ہمراہ لے کر علیؑ کی اختیار کر لی تھی۔ اور علیؑ سے لڑنے پر تیار نہیں ہوا تھا۔ جب علیؑ قتل ہو گئے اور امر خلافت معاویہ کے ہاتھ میں آیا۔ تو اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

”خدا کی قسم اب وہ وقت آ گیا ہے جس میں

کسی طرح کا شک و شبہ نہیں ہے۔ اور معاویہ سے جہاد کرنے

کے لئے میدان میں کود پڑو۔“



یہ واقعہ ایک کھڑے کا ہے، جب فردہ فارس کے ایک شہر میں مقیم تھا۔ یہیں سے اپنے ساتھیوں کو لے کر وہ کوفہ کی طرف بڑھا۔ یہ لوگ مقام نملیہ میں اترے جو وہاں کا ایک قریبی مقام تھا۔ معاویہ نے اہل شام کی ایک جماعت خوارج کی سرکوبی کے لئے روانہ کی، لیکن یہ جماعت خوارج پر غالب نہ آسکی۔ کچھ لوگ بچ گئے۔ باقی قتل ہو گئے۔ پھر معاویہ کی اپیل پر اہل کوفہ خوارج سے لڑنے کے لئے نکلے اور غالب آ گئے۔ ان کی ایک بڑی جماعت قتل ہو گئی۔

خوارج کی شکست کا راز یہ تھا۔ کہ یہ لوگ ہم عقیدہ اور ہم خیال ہونے کے

باوجود مختلف جماعتوں اور گروہوں میں منقسم تھے۔ اگر یہ ایک جماعت اور ایک بن کر میدان میں اترتے تو یقیناً اپنے دشمن کو تباہ و برباد کر دیتے۔ ہر قوت دست دیتے اور کوئی فوج ان پر غلبہ نہ پاسکتی۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں غیر معمولی جرات و دلیری عطا کی تھی۔ جنگ کے شدائد مردانہ وار برداشت کرتے تھے۔ کسی مشکل اور مصیبت کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ان کے پلئے ثبات میں لغزش پیدا ہوئی ہو۔ لیکن ان کی بدقسمتی یہ تھی کہ یہ مختلف جماعتوں اور گروہوں میں بٹے ہوئے تھے۔ ایک جھنڈے کے نیچے کام کرنا ان کے لئے ناممکن تھا۔ ایک جماعت بن کر لڑنا ان کے بس میں نہ تھا۔ ان کی شکست اور بالآخر تباہی کا سب سے بڑا سبب یہی تھا۔ اسی لئے دشمن ان پر غالب آیا۔ اور ان کے استیصال میں کامیاب ہو گیا۔ مگر یہ اتنے سخت جان تھے کہ مٹتے مٹتے بھی انہوں نے کئی سال لگا دیئے۔ اور اس اثنا میں ایسی زبردست لڑائیاں لڑیں کہ فتح مند دشمن کے چھکے چھوٹ گئے۔

مؤرخین نے معرکہ نخلیہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے بتایا ہے کہ قبیلہ اشجع کی قیادت فردہ بن نوفل کے بعد عبداللہ بن ابی الحوساء کے ہاتھ میں آئی۔ یہ



یہ شخص بھی میدان جنگ میں لڑتا ہوا کام آیا۔ پھر خوارج نے سرداری کا تاج حوثرہ بن وداع بن مسعود الاسدی کے سر پر رکھا۔ چنانچہ یہ مصر کہ نخلیہ میں شریک ہونے کے لئے پہنچ گیا۔ معاویہ نے اس کے پاس اس کے باپ کو بھیجا۔ کہ جس طرح ہو سکے اسے واپس لے آئے۔ اسے رخصت کرتے وقت کہا۔ ”اپنے بیٹے کے پاس جاؤ، شاید تمہیں دیکھ کر وہ نرم پڑ جائے۔“

معاویہ کا حکم پا کر حوثرہ کا باپ بیٹے کے پاس پہنچا۔ اسے سمجھایا بھجایا۔ تاج عواقب بتائے، پھر کہا:-

”اپنے ساتھ میں تمہارے بیٹے کو بھی لیتا آتا ہوں۔ شاید اسے دیکھ کر تم محسوس کرو کہ اولاد کا فراق برداشت کر لینا آسان نہیں ہوتا۔“

حوثرہ نے باپ کی یہ ساری باتیں سن کر جواب دیا۔

”کافروں کے ہاتھ سے نیزے کا گھاؤ کھانا میرے لئے کہیں مرغوب و پسندیدہ ہے۔ یہ نسبت اپنے بیٹے کے دیدار اور اشتیاق کے۔“

اپنی کوششوں میں ناکام ہونے کے بعد حوثرہ کا باپ واپس آ گیا۔ اور وہ تمام گفتگو جو اس سے اور حوثرہ سے ہوئی تھی دہرا دی۔

اس کے بعد معاویہ نے ایک لشکر گراں خوارج کے مقابلے میں بھیجا، جس نے ان سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔



تواریخ اولیٰ (۳)

## خوارج کوفہ میں

معرکہ تحلیہ کے بعد بھی خوارج ٹچلے نہیں بیٹھے۔ ان سے اور حکومت وقت افواج قاہرہ سے چھوٹی چھوٹی جھڑپیں ہوتی رہیں۔ جہاں کہیں موقع ملتا سورش اور بغاوت کی آگ نہ بھڑکا سکتے تو چنگاری سلگا دیتے۔ لیکن ان جھڑپوں اور شورشوں کا کوئی خاص نتیجہ مرتب نہیں ہوا۔

آخر وہ وقت آیا کہ یہ لوگ کوفہ میں وارد ہوئے ان خوارج کوفہ میں :۔ میں وہ لوگ بھی تھے جو نہروان کے موقع پر موجود اور شریک تھے کوفہ کے گورنر اس زمانہ میں مغیرہ بن شیعہ تھے، انہوں نے خوارج سے کوئی تعرض نہیں کیا، نہ سختی کی، نہ عنایات و توازش کا منظر ہرہ کیا، اس کا سبب یہ تھا کہ مغیرہ کا شمار چوٹی کے عرب سیاست دانوں میں ہوتا تھا۔ اور وہ ذاتی مطامع کو زیادہ عزیز رکھتے تھے، وہ ان لوگوں میں تھے، جنہیں اپنی سلامتی اور عافیت کی زیادہ فکر ہوتی تھی۔ وہ معاویہ کے ہوا خواہوں میں تھے لیکن اپنی راحت و طمانیت اور آسائش و فراغت کو ان کے استلقرار حکومت



پر قربان کرنا نہیں چاہتے تھے، وہ ان امراء اور احکام میں سے تھے جو اپنے حیلہ جوئی اور ہوشیاری سے حاصل کرتے ہیں اور خون بہاتے سے گریز کر رہے ہیں، چنانچہ انہوں نے خوارج پر کسی طرح کی پابندی نہیں عائد کی، اور وہ اپنی تیاریاں کرتے رہے حیان بن طیبان کا گھرانہ کا دارالشوریٰ تھا۔ یہیں نے مستور بن علفہ کو اپنا امیر بنایا اور طے کیا کہ وہ ماہ شعبان ۳۸ھ میں باق خروج کیا جائے۔

**خوارج سے مغیرہ کی چشم پوشی :-** یہ حیان وہ شخص تھا جس

کیا تھا۔ لیکن جب وہ تخریج ہو کر ان کے سامنے لایا گیا۔ تو انہوں نے اسے معاف فرما دیا۔ تندرست ہونے کے بعد اپنی جماعت کو لے کر یہ رائے چلا گیا اور وہیں اقامت اختیار کر لی، پھر جب اسے یہ اطلاع ملی کہ علیؑ قتل کر دیے تو یہ اپنے انصار کے ساتھ دشمنوں سے لڑنے کے لئے کوفہ کی طرف بڑھا، یہ آنے سے بعد اس کا گھر خوارج کا مرکز بن گیا۔ کوفہ کے خوارج بھی یہاں آئے اور شریک مشورہ ہوتے۔

مغیرہ کو جب پولیس کے افسر اعلیٰ نے خوارج کی سرگرمیوں کا حال بتایا تو یہ کہا کہ وہ خوارج کی تیاریاں کر رہے ہیں تو مغیرہ کے دل میں اندیشہ ہوا۔ اگر اس چشم پوشی کا حال جواب تک وہ خوارج کے ساتھ کرتے چلے آئے ہیں معاویہ کو معلوم ہوا تو وہ انہیں منہم کریں گے۔ اور کسی دوسرے شخص کو کوفہ کا گورنر بنا کر بھیج دیں گے۔ یہ سوچ کر انہوں نے پولیس کے افسر اعلیٰ کو حکم دیا کہ وہ حیان کے گھر جائے اور وہاں جتنے آدمی ملیں ان سب کو پکڑ لائے، وہاں تقریباً بیس آدمی ملے جو گرفتار کر کے لائے گئے، مغیرہ نے حکم دیا انہیں جیل میں ڈال دو۔ جو لوگ گرفتار ہوئے ان کے عزیزوں کو جب یہ خبر ملی تو وہ سہم گئے۔ اس موقع پر مستور نے ایک دوسرے گھر کو جو حیرہ میں واقع تھا



مرکز بنالیا، اور گرفتار شدہ لوگوں کے بھائیوں اور عزیزوں کو پیام بھیج کر اپنے پاس بلا لیا، یہ لوگ فوراً پہنچ گئے۔

**مغیرہ کی تقریر روسائے قبائل کے سامنے :-** اس نئی صورت حال

کا علم ہوا اور یہ معلوم ہوا کہ خوارج اپنی سرگرمیوں میں مصروف ہیں اور جنگ کی تیاریاں کر رہے ہیں تو انہوں نے روسائے قبائل کو جمع کیا اور ان کے سامنے ایک تقریر کی اللہ کی حمد اور رسولؐ کی ثنا کے بعد انہوں نے دورانِ تقریر میں کہا۔

”تم جانتے ہوئے تم سب لوگوں کا ہوا خواہ ہوں، تمہارا بھلائی چاہتا ہوں، تمہیں اذیت دینے سے بچتا ہوں، لیکن اب مجھے اندیشہ ہے کہ اپنے بے وقوفیوں کی وجہ سے تم بھی مبتلائے مصیبت ہو گے، میں ڈرتا ہوں کہ اب وہ وقت آ گیا ہے کہ بے گناہ لوگ بھی گنہگاروں اور احمقوں کی خطا کاریوں کا شکار ہوں گے، تمہیں چاہیے کہ اپنے ان احمقوں کو قابو میں رکھو، قبل اس کے کہ مصیبت نازل ہو اور تم سب اس میں پھنس جاؤ۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو شقاق، نفاق اور خلاف کے لئے ہمہ تن سرگرم کار ہیں، خدا کی قسم وہ کسی قبیلے سے بھی تعلق رکھتے ہوں میں انہیں ہلاک کروں گا۔ اور دوسروں کے لئے نمونہ عبرت بنا دوں گا۔“

”اے میرا ہم آپ سے معلوم کرتا چاہتے ہیں کہ وہ کون لوگ ہیں؟ ہمیں ان کی تفصیل بتائیے، اگر وہ ہم سے ہیں تو ہم خود ان کا تدارک کر لیں گے۔ اور آپ کو کسی طرح کی رحمت نہیں کرنا پڑے گی اور اگر وہ ہم میں سے ہیں یا دوسرے لوگ ہیں۔ تو پھر اہل اطاعت کو چاہیے کہ ہر قبیلے کے نادانوں کو ملا کر جمع کر دیں۔“



اس کے بعد مغیرہ نے روسائے قبائل کو مخاطب کرتے ہوئے کہا :-

”تم میں سے ہر شخص قبیلے کے لوگوں کا ذمہ دار ہے، تمہیں

یہ ذمہ داری قبول کرنا پڑے گی۔ ورنہ خدا کی قسم تمہیں میں ایسی

حالت میں ڈال دوں گا کہ جسے تم پسند کرتے لگو گے، اور جسے ناپسند

کرتے ہو اسے برداشت کرنے پر مجبور ہو جاؤ گے۔“

مغیرہ کی اس تقریر کے بعد روسائے قبائل اپنے اپنے قبیلے میں واپس گئے

اور اپنے اپنے لوگوں کو اللہ اور اسلام کا واسطہ دے کر بغاوت، شورش اور

خروج سے روکنے کی کوشش کی۔

یہ کوششیں کامیاب ہوئیں اور لوگ

**مغیرہ کی حکمتِ عملی :-** خوارج کا ساتھ دیتے ہوئے ہچکچانے لگے۔

چنانچہ مستورو کے ساتھ صرف تین سو آدمی رہ گئے تھے، جنہیں سے کروہ متقا

صرات میں چلا گیا جو بغداد کے قریب واقع ہے، کچھ لوگ دوسری جگہ جس کا

نام پھریسیر ہے چلے گئے۔

مغیرہ کو جب ان لوگوں کے روانہ ہونے کی اطلاع ملی۔ تو انہوں نے ایک

لشکرِ خوارج سے قتال کے لئے مرتب کیا، جو تین ہزار آدمیوں پر مشتمل تھا، جو

قریباً سب کے سب شیعہ تھے، انہوں نے واسط اور بصرہ کے مابین ایک مقام

مدار پر خوارج کو جالیا۔ اور ان کا خاتمہ کر دیا، پھریسیر میں جو خوارج تھے، انہیں

بھی اس لشکر نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ مغیرہ کی یہ حکمتِ عملی قابلِ داد ہے

کہ انہوں نے خوارج کا زور شیعہ کی مدد سے توڑا۔ شیعہ اور خوارج ایک دوسرے

کے دشمن تھے، اور پھر یہ دونوں معاویہ اور ان کی حکومت کے دشمن تھے، اس طرح

مغیرہ نے قصرِ امارت میں بیٹھے بیٹھے بغیر اس کے کہ تلوار میان سے نکلے دونوں

کو کمزور کر دیا اور ان کا زور توڑ دیا۔

**مغیرہ کا موقف ضعف پر مبنی تھا :-** واقعہ یہ ہے کہ مغیرہ



بن شیعہ کا موقف ان دونوں گروہوں کے مقابلے میں نرمی سے زیادہ تھے پرستی  
 تھا۔ نہ ان میں یہ جرات تھی کہ خوارج اور شیعہ سے سیاست معاویہ کی حمایت  
 میں برسرِ پیکار ہو سکیں، نہ ان میں یہ حوصلہ تھا کہ خوارج اور شیعہ کی اس تنقید  
 کو گوارا کر سکیں، جو وہ بنو امیہ کے خلاف کیا کرتے تھے اگر وہ معاملہ صرف  
 نکتہ چینی اور ترش کلامی تک محدود رہتا اور اس کے ساتھ اقدام و عمل نہ ہوتا۔  
 اگر کوفہ میں خوارج کا اجتماع ایک مہینے دن پر ان کے خروج اور پیش قدمی  
 کا سبب نہ بن جاتا۔

اگر انہیں معاویہ اور ان کے حاشیہ نشینوں سے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ ان  
 پر اس شورش اور بغاوت کی پشت پناہی کا الزام لگایا جائے گا اور اہل شقاق  
 خلافت کی سرپرستی سے وہ متہم کئے جائیں گے۔

تو وہ یقیناً خاموش رہتے اور کسی طرح کا کوئی اقدام نہ کرتے اور بلاشبہ  
 ان کی یہ سیاست اہل کوفہ کو بھی پورے طور پر خوش اور مطمئن رکھتی۔ طبری  
 نے بھی اپنی تاریخ میں اس مسئلے پر بحث کرتے ہوئے جو کچھ لکھا ہے اس سے  
 ہماری اس رائے کی تائید ہوتی ہے، کوفیوں نے مغیرہ جیسا حاکم کوئی نہیں دیکھا  
 جو نرم خواہ اور سکون پسند تھا۔ کسی شخص کو خواہ وہ کسی مکتب خیال کا ہو تکلیف  
 دینا نہیں چاہتے تھے۔ ان کی کوششوں کا نتیجہ اپنے سارے دور حکومت میں  
 یہ رہا کہ زندگی سے باقی ماندہ ایام سکون و آسائش اور اطمینان و راحت سے  
 بسر کر سکیں۔

جب کوئی شخص مغیرہ کے پاس آتا۔ اور ان سے کہتا۔  
**مغیرہ کی پہلو تھی :-** فلاں شخص اپنے عقائد کے لحاظ سے شیعہ ہے۔  
 اور فلاں شخص اپنے اعتقاد کے لحاظ سے خارجی ہے۔

تو یہ سن کر مغیرہ جواب دیتے :-  
 اللہ کی مرضی ایسی ہی ہے۔ کہ لوگ مختلف افکار و عقائد پر حامل رہیں۔



اور جن چیزوں میں یہ لوگ اختلاف کرتے ہیں۔ اس کا فیصلہ خدا کے ہاں ہو ہی جائے گا۔“

منغیرہ سکوت کو ترجیح دیتے تھے۔ منغیرہ کے عہد میں عام طور پر لوگ امن و آسائش کے

ساتھ رہے ان کے عہد میں خوارج بھی مختلف مقامات پر جمع ہو کر اقدام و عمل سے متعلق باہمی صلاح مشورے کرتے رہے۔ منغیرہ نے ان باتوں کے خلاف کوئی عملی کارروائی نہیں کی۔ سکونت کو ترجیح دی، لیکن جب اجتماعات بار بار ہونے لگے سازشیں جڑ پکڑنے لگیں۔ تو انہوں نے پولیس کی مدد سے مشکوک اور مشتبہ لوگوں کو گرفتار کیا۔ اور بعد میں خوارج سے باقاعدہ جنگ کر کے انہیں فنا کر دیا۔ ان باتوں کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ وہ کوفہ میں مضبوطی کے ساتھ جم گئے۔ اور ان کا پلہ بھارکا ہو گیا۔ معاویہ کے گورنر کی حیثیت سے سات سال سے زیادہ وہ اپنے منصب پر قائم رہے۔ بہر حال وہ خوش گزراں اور عاقبت پسند آدمی تھے۔ حصول مقاصد اور قیام اقتدار کے لئے حکمت عملی اور حیلہ جوئی سے بھی کام لے لیتے تھے۔

منغیرہ کا قول ”مجھے یاد کرو گے“۔ میں اسے پسند

نہیں کرتا۔ کہ اس شہر کے سربراہ آوردہ لوگوں کے قتل میں پہل کروں، اور خوارج کا خون بہاؤں جس سے دنیا میں معاویہ سر بلند ہوں، اور قیامت کے دن منغیرہ سرنگوں! میں تو اچھے آدمی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتا ہوں، خطا کار سے درگزر کرنا میرا شیوہ ہے۔ جلیم اور بردبار شخص سے میں حسن سلوک کا برتاؤ کرتا ہوں احمق اور نادان کو سمجھاتا اور نصیحت کرتا ہوں، ایک روز موت میرے اور اس شہر کے لوگوں کے درمیان حائل ہو جائے گی، پھر میرے بعد جب دوسرا شخص اس مسند پر بیٹھے گا۔ تو اسے دیکھ کر یہ لوگ مجھے یاد کریں گے۔“



تواریخ اولی (۴)

## خوارج اور زیاد

کوفہ میں خوارج کا جو رنگ ڈھنگ تھا۔ وہ بیان ہو چکا، اب ہم بصرہ کی طرف رخ کرتے ہیں اور یہ اپنے رنگ کا عجیب و غریب قصہ ہے۔

**بصرہ کی اہمیت** معاویہ کے عہد میں بصرہ ایک بہت بڑا شہر بن چکا تھا۔ جہاں خلقت ٹوٹی پڑتی تھی۔ آنے والوں اور جانے والوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ قائم تھا۔ تجارت اور کاروبار کی وسعت نے اس شہر کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ اس کی وسعت ابلہ تک پہنچ گئی تھی۔ یہ بحری تجارت کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ بلاد عربیہ سے تجارتی قافلے ہند اور چین کی طرف یہیں سے روانہ ہوتے تھے۔

**باشندگان بصرہ** بصرہ کے باشندوں میں شمالی عرب کے لوگ یعنی قبائل مضر و ربیعہ کے لوگ بڑی تعداد میں شامل تھے، ان مستقل باشندوں کے علاوہ اور بھی بہت سے پردیسی یہاں پر مستقل اقامت اختیار کئے ہوئے تھے، جن میں ہندسے لوگ بھی تھے، چین کے بھی اور فارس کے بھی۔ بصرہ کی آبادی ملی جلی آبادی تھی۔ جسے غیر اقوام



اور ممالک کے باشندوں کے امتزاج و اختلاط نے ایک عجیب قسم کا ملعوبہ بنا دیا تھا۔

آبادی کی اس رنگارنگی نے اس شہر کو علمی اعتبار سے بھی مختلف مکاتیب فکر کا نمائندہ بنا دیا تھا۔ جن میں ان لوگوں کا لایا ہوا فلسفہ قدیمہ بھی تھا۔

بصرہ اس زمانے میں مذکورہ بالا خصوصیات کے علاوہ ایک اور بہت اہم خصوصیت کا بھی حامل تھا۔ یعنی بہت بڑا جنگی مرکز بھی تھا۔ اس وجہ سے اس کی اہمیت اور منزلت میں اور زیادہ اضافہ ہو گیا۔

اس شہر میں ہر روز مختلف گروہ اور نئے نئے وفود اور رنگارنگ جماعتوں کے آنے سے داخلی نظم و امن کا قائم رکھنا بھی بہت مشکل ہو گیا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ اس رنگارنگی نے جہاں بصرہ کی عظمت بڑھائی، وہاں اندرونی طور پر اختلافِ عظیم بھی پیدا ہو گیا۔ شہر میں اس کے نواحیات میں کہیں خوارج کا زور تھا کہیں رہزنوں کی ریل پیل تھی۔ کہیں ڈاکو راستہ روکے کھڑے تھے۔ اور ان سب پر مستزاد وہ آفات تھے۔ جو ایک بدوی جماعت کے حضرات اور آسودگی کی زندگی اختیار کر لیتے کے بعد پیدا ہونے والے ناگزیر ہو گئے تھے۔ فسق و فجور بڑھ گیا تھا۔ اخلاقی اقدار کمزور پڑتے جا رہے تھے۔ جو بدوی عرب یہاں بود و باش اختیار کئے ہوئے تھے ان میں جاہلیت کی خوب اواب تک موجود تھی۔ قبائلی تعصب نے انہیں اندھا کر دیا تھا۔ یہ ایک دوسرے کا گلا کاٹنے کے لئے ہمیشہ مستعد اور چوکس رہتے تھے۔

زیادین ایبہ کا والی کی حیثیت سے تقرر ہوا۔ جن سے عہدہ برآ ہونا معاویہ کے والیوں کے پس میں نہ تھا۔ اب تک جو والی آیا۔ وہ اصلاح احوال میں ناکام رہا۔ حالات سدھرنے کے بجائے اور زیادہ ابتر ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ ضرورت محسوس ہوئی کہ ایک ایسا شخص امیر بنا کر بھیجا جائے جو بہت بڑا



سیاست دان بھی ہو۔ اور نظم و نسق کی غیر معمولی صلاحیتوں سے بھی بہرہ ور ہو۔ جو پیش آمدہ حالات کا مقابلہ کر سکے اور فساد و شورش کے معالجہ کی صلاحیت بھی رکھتا ہو۔

کابل غور و فکر کے بعد معاویہ کی نگاہ انتخاب زیادہ پر پڑی۔ یہی شخص اس بارگراں کا متحمل ہو سکتا تھا۔ چنانچہ شکستہ میں زیادہ بصرہ کا گورنر بنا کر بھیج دیا گیا۔ خراسان و خجستان کی ولایت بھی اسے سونپ دی گئی۔ ہند بحرین۔ اور عمان بھی اس کے تابع کر دیئے گئے ہند سے مراد آبلہ کے سرحدی مقامات تھے۔

اس زمانہ میں عراق

## عراق خلافت و خصوصیات کا گہوارہ :- خلافت خصوصیات

کا گہوارہ بنا ہوا تھا، صرف خوارج ہی نہیں اور بھی کئی جماعتیں تھیں جو مصروف کار تھیں، ان میں وہ لوگ بھی تھے اور دن بدن زور پکڑتے جاتے تھے۔ جو امویوں کے اور ان کے انصار کے پوشیدہ اور علانیہ طور پر سخت مخالفت تھے۔ اس صورتحال نے معاویہ کو حد درجہ مہذب کر رکھا تھا۔ ان کا دن چین اور رات کی نیند اسی فکر کی وجہ سے حرام ہو رہی تھی۔ وہ محسوس کر رہے تھے کہ انہیں ایسے ولایت چاہیے جن پر وہ بھروسہ کر سکیں، جن کے اخلاص پر انہیں اعتماد ہو، اور ان کی اس خوش قسمتی سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ کہ انہیں ایسے کئی آدمی مل گئے۔ بلاشبہ ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ یہ لوگ بہترین والی ثابت ہوئے، اس موقع پر ہم ان کے اخلاق و صفات کو زیر بحث لاتا نہیں چاہتے، صرف ان کی سیاست اور قوت نظم و انتظام کی طرف اشارہ کرتا چاہتے ہیں کیونکہ معاویہ کو اسی کی ضرورت تھی۔ اور یہ ضرورت انہوں نے بوجہ احسن پوری کر دی تھی، انہوں نے ہر شورش کو کچل دیا، ہر بغاوت پامال کر دی۔ ہر سازش کا قلع قمع کر دیا۔ ان میں جس قیمت پر بھی ہوا قائم کر دیا۔

زیادہ کی بے پناہ صلاحیتیں :- زیادہ نے جب عراق کی ولایت



اپنے ہاتھ میں لی۔ تو اس سے ایسی صلاحیتوں کا ظہور ہوا۔ جنہوں نے حالات کا رخ بدل دیا۔ اس نے اتنا سخت طرز عمل اختیار کیا کہ لوگ اس کا مقابلہ نہ کر سکے انہوں نے گردن جھکا دی۔ اس نے بغیر کسی تامل اور جھجک کے وہ تمام نر طریقے اختیار کئے جو حصول مقصد کے لئے مفید اور قیام اقتدار کے لئے سازگار ہو سکتے تھے، اس نے باغیوں کی گردنیں اڑا دیں۔ مفسدین کے سر کاٹ ڈالے اور امن قائم کر دیا۔ اور اس طرح عراق میں وہ نظام بروئے کار لے آیا جو ہر اعتبار سے محکم اور مستحکم ثابت ہوا اور جس کی ضرورت سال ہا سال سے محسوس کی جا رہی تھی۔

**زیادہ مسجدیں :-** زیادہ جیب بصرہ پہنچا تو سیدھا مسجد کی طرف روانہ ہوا۔

اس زمانہ میں مسجد عوام کا مرکز، سیاست کا گہوارہ، علوم کا تہجد تھی۔ جہاں لوگ جمع ہوا کرتے تھے۔ حکومت نے نظم و انتظام پر اس کی روش اور پالیسی پر نکتہ چینی کرتے تھے۔ حکومت کے پروگرام وہیں سے نشر ہوتے تھے۔ بغاوتوں کی تیاریاں وہیں بیٹھ کر کی جاتی تھیں علوم مختلفہ کی درس و تدریس کے حلقے بھی وہیں قائم تھے، ہردیوار کے نیچے کوئی جید عالم بیٹھا اپنے طلاب اور طلباء کے سامنے درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھتا تھا۔

**مسجد پارلیمنٹ بھی تھی :-** اس زمانہ کی مسجد آج کی مسجد سے بالکل مختلف ہے۔ کہ مسجد سے مسلمان پارلیمنٹ کا کام لیتے تھے، یہاں امیر شہر یا بندہ سے آتا تھا، لوگ بے روک لوگ اس کے پاس پہنچتے تھے۔ خطیب یہیں تقریریں کرتے تھے۔ انقلاب پسندوں کی مجلسیں بھی یہاں قائم رہتی تھیں۔ وحدت اُمت کی مجلسیں بھی قائم رہتی تھیں، وحدت اُمت کی پکار بھی یہیں ہی سے بند ہوتی تھی، اور دارالامارہ صرف گورنر اور اس کے خاندان کے



لئے قیام گاہ کی حیثیت رکھتا تھا، جہاں دن بھر کی محنت اور کارگزاری کے بعد آرام اور سکون حاصل کرنے کے لئے وہ پہنچتا تھا۔

یہی وجہ ہے کہ بصرہ میں داخل ہونے کے بعد زیادہ دنوں پہلا کام کیا وہ مسجد کا رخ کرتا تھا۔ تاکہ لوگوں کے ساتھ نماز پڑھے، اور اپنے پہلے خطبے میں اپنی پالیسی پر وگرام اور طرز عمل کا اعلان کرے جس کا لوگ بے چینی کیسا تھا انتظار کر رہے تھے جس زمانے کی داستان ہم بیان کر رہے ہیں اس عہد کی یہی خصوصیت تھی جب بھی کوئی نیا حاکم، امیر شہر بن کر آتا تو سیدھا مسجد کا رخ کرتا اور نمبر پر کھڑا ہو کر اپنی سیاست جدیدہ کا اعلان کرتا اور لوگوں کو بتاتا کہ کس پہنچ کے تحت وہ اپنا دور ولایت شروع کرے گا۔ اس کے بعد ہی وہ صحیح طور پر امیر حیثیت اختیار کرتا اور رسمی اور اصولی طور پر خلیفہ کا وکیل تسلیم کیا جاتا۔

سہرکاری پالیسی کا اعلان بعد میں ہوتا تھا: اکثر مؤرخ بیان کرتے ہیں کہ خلیفہ

یا امیر کی طرف سے "الصلوة الجامعة" اعلان کیا جاتا تھا، خواہ جمعہ کا دن ہو نہ ہو اس کا مقصد یہ تھا کہ خلیفہ یا امیر نماز کے لئے مسجد میں آنا چاہتا ہے کہ اس موقع پر لوگوں کی زیادہ سے زیادہ تعداد جمع ہوتی ہے ان کے سامنے تفصیل سے اپنی سیاست اور پالیسی کا اعلان کر سکے۔ ایسے مواقع پر بعض امراء پولیس اور سپاہیوں کی مدد سے بلکہ ان کے دباؤ سے لوگوں کو مسجد میں جمع ہونے پر مجبور کرتے تھے، اور ان لوگوں کو خاص طور پر جمع کیا جاتا تھا جو کسی طرح کے اثر و رسوخ کے حامل ہوں، تاکہ بات سب تک پہنچ جائے، اور پالیسی کے بارے میں ہر شخص کو پوری پوری واقفیت حاصل ہو جائے۔ ایسے مواقع پر امیر یا خلیفہ کے نزدیک یہ بات بھی معیوب نہ تھی، کہ نگہیانوں کی ایک جماعت اس کے ارد گرد اٹھائے خطبہ میں موجود ہے تاکہ اس کا دبہ قائم رہے اور لوگ اس کا یہ دبہ دیکھ کر اس سے مرعوب ہو جائیں۔



## توارثِ اولیٰ (۵)

### زیادہ کا پہلا لرزہ خیر خطبہ

زیاد بہت بڑا خطیب تھا۔ اس کی آتشِ نوائی جواب نہیں رکھتی تھی علماءِ ادب نے اس کے خطبات کی شاندار الفاظ میں تعریف و تحسین کی ہے شعراء نے فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے انہیں ایک نمونہ قرار دیا ہے۔

زیاد جب مسجد میں پہنچا، ممبر پر چڑھا اور خطبہ شروع کیا، تو حد نظر تک آدمی ہی آدمی نظر آ رہے تھے، حمد و ثنا کے بعد اس نے کہا: سنو! «سخت جہالت، اندھا دھند گمراہی اور بدکاری جو دوزخ

کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مشتعل کر دیتی ہے، یہ وہی امورِ عظیمہ ہیں جو تم میں سے نالائق لوگ کر گزرتے ہیں۔ اور عقلاء کو بھی لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔ بوڑھے ان افعال سے پرہیز نہیں کرتے بچے وہی باتیں سیکھتے جاتے ہیں، تم نے تو جیسے آیاتِ ربانی کو سنا ہی نہیں۔

خدا کی کتاب کو پڑھا ہی نہیں، یہ جانتے ہی نہیں کہ خدا نے اطاعت گزاروں کے لئے کیا ثواب اور گنہگاروں کے لئے کس قدر عذابِ سردی مہیا کیا ہے۔ جس سے چھڑکارا ہی نہیں



کیا تم بھی ان لوگوں میں ہو جن کی آنکھوں میں دنیا نے خاک چھو کر  
 دی، جن کے کانوں میں ہوس و خواہش نے ٹھیسٹھیاں دے دیں  
 جنہوں نے باقی کو چھوڑ کر فانی پسند کیا دیکھتے نہیں کہ تم نے اسلام میں  
 وہ بدعت کی جو پہلے کسی نے نہ کی تھی۔ خرابات کھلے رہنے دیئے۔  
 کمزور بیچاروں کو دن دیہاڑے لٹنے دیا۔ جس کی گنتی کچھ کم نہیں  
 ہے۔ کیا باغیوں کو دن کی ٹوٹ مار اور رات کی شب گردی سے  
 روکنے والے تم میں نہیں تھے۔ قرابت کا تم نے خیال کیا۔ اور دین  
 سے دور رہے، کوئی عذر تو نہیں اور معذور بنتے ہو، اچکوں کی  
 پردہ پوشی کرتے ہو، تم میں سے ہر شخص ایک نالائق کی بیچ کرتا ہے  
 جیسے کسی کو، عذاب کا ڈر ہو، نہ قیامت کا اندیشہ، نالائقوں کے  
 نقش قدم پر، تو پھر تم کہاں کے لائق رہے،

تم ان کو اپنی پناہ میں اس طرح لئے رہے، کہ انہوں نے اسلام  
 کی ہتک عزت کی اور پھر تمہارے پس پشت گوشہ رسوائی میں آ  
 کر چھپ رہے، جب تک میں ان کی جائے پناہ کو ڈھاہ نہ دوں  
 اور جلا کر خاک نہ کر ڈالوں مجھے کھانا پانی حرام ہے، میں دیکھتا ہوں  
 اس امر کا انجام اسی طرح ہوگا۔ جس طرح آغاز ہوا، ترمی کی جائے  
 گی، مگر ایسی جس میں جبر و تعدی نہ ہو، واللہ باللہ میں غلام کا مواخذہ  
 آقا سے مسافر کا مقیم سے، مستمند کا اقبال مند سے، بیمار کا تندرست  
 سے کروں گا۔ کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے دوست سے ملے گا۔  
 تو یہ مثل زبان پر ہوگی۔

انج یا سعد فقد ہلک سعید یعنی اے سعد تم بچو، سعید تو  
 ہلاک ہو چکا، یا یہ ہوگا کہ تمہاری برتھیاں میرے لئے سیدھی ہو  
 جائیں گی۔ منبر پر جھوٹ کہنا دائمی رسوائی کا باعث ہوتا ہے، تم پر



میرا کوئی جھوٹ ثابت ہو جائے تو میری نافرمانی تمہیں جائز ہے  
 تم میں سے کسی پر ڈاکہ پڑے تو اس کے نقصان کا ضامن میں ہوں  
 دیکھو شب گردی کی شکایت میرے پاس نہ آنے پائے جو شب گرد  
 گرفتار ہو کر میرے پاس آئے گا۔ میں قتل ہی کر ڈالوں گا۔ بس تمہیں  
 اتنی مہلت دیتا ہوں کہ جتنے عرصے میں کوفہ تک تیرے جائیں، اور  
 واپس آجائیں، دیکھو کوئی دعویٰ جاہلیت میں سننے نہ پاؤں جس  
 کو میں سنوں گا۔ کہ ایسا کلمہ زبان سے نکالا، میں اس کی زبان ہی  
 کاٹ ڈالوں گا۔ تم لوگوں نے وہ کرتوت نکالے جو پہلے نہ تھے،  
 ہم نے بھی ہر گناہ کے لئے سزا نکال رکھی ہے، کوئی کسی کو ڈبو دے  
 گا تو میں اسے ڈبو دوں گا۔ کوئی آگ لگائے گا۔ تو میں اسے جلا  
 ڈالوں گا۔ کوئی شخص کسی گھر میں سیندھ دے گا۔ تو میں بھی اس کے  
 قلب میں سوراخ کر دوں گا۔ کوئی اگر کسی شخص کے لئے قبر کھودے گا  
 تو میں اس کو جیتا اس میں گاڑ دوں گا۔ اپنے ہاتھ کو، اپنی زبان کو  
 مجھ پر دراز نہ کرنا۔ میں بھی اپنا ہاتھ، اپنی ایذا سانی تم سے باز  
 رکھوں گا۔ عام رسم، دستور کے خلاف کوئی حرکت کسی سے سرزد  
 ہوگی۔ تو میں اس کی گردن مار دوں گا۔ میرے اور کچھ لوگوں کے  
 درمیان عداوت چلی آتی ہے، اب میں نے ان باتوں کو کانٹوں کے  
 پیچھے اور قدموں کے نیچے ڈال دیا ہے۔ تم میں جو نیک لوگ ہیں، انہیں  
 چاہیے اپنی نیکی کو زیادہ کریں۔ جو بد لوگ ہیں اپنی بدی سے باز آ  
 جائیں۔ اگر میں یہ جانوں کہ میری دشمنی کسی شخص کو مارے ڈالتی  
 ہے جب بھی میں اس کا پردہ فاش نہ کروں۔ جب تک لوگ گردانی  
 اور روکشی علانیہ میرے ساتھ نہ کرے، ہاں اس صورت میں میں  
 اسے دم نہ لینے دوں گا۔ اب تم اپنے اپنے کاموں میں از سر نو



مصروف ہو جاؤ۔ اور اپنے خیالات کو درست کرو۔ کتنے ہی لوگ میرے آنے سے رنجیدہ ہوئے ہیں جو خوش ہو جائیں گے اور کتنے ہی لوگ میرے آنے سے خوش ہوئے ہیں جو رنجیدہ ہو جائیں گے ایھا الناس! ہم لوگ تمہارے رئیس ہیں، تمہاری حمایت کرنے والے ہیں۔ خدا نے جو حکومت ہمیں عطا کی، اس کی رُو سے ہم تم پر حکم چلائیں گے۔ خدا نے جو مال غنیمت ہم کو بخشا ہے اس سے ہم تمہاری حمایت کریں گے، ہمارا حق تم پر یہ ہے کہ ہماری مرضی کے موافق ہماری اطاعت کرو۔ اور تمہارا حق ہم پر یہ ہے کہ اپنی اس حکومت میں عدل کریں، ہماری خیر خواہی کر کے تم اپنے کو ہمارے عدل کا اور مال کا مستحق بناؤ۔ اور جان لو کہ میں اگر کوتاہی بھی کروں تو تین باتوں میں ہرگز ایسا نہ کروں گا۔ (۱) کوئی حاجت مند آدھی رات کو میرے پاس آئے گا تو میں اس سے رولپوش نہ ہوں گا۔

(۲) کسی کی تنخواہ یا وظیفے کو عین وقت پر ادا ہونے سے نہ روکوں گا۔

(۳) تمہارے لئے کسی فوج کو بھی نہ رکھوں گا۔

تمہیں چاہیئے کہ اپنے آئمہ کی بہبود کے لئے خدا سے دعا کرو۔ یہ سب تمہارے حاکم ہیں، تمہیں ادب دینے والے ہیں، تمہاری جلتے پناہ ہیں جن کا سہارا تم رکھتے ہو۔

اور سنو! تم نیک ہو جاؤ گے تو وہ بھی نیک ہو جائیں گے۔ ان کی طرف سے دل میں بغض نہ رکھو۔ کہ اس سے تم غم و غصہ میں ہمیشہ مبتلا رہو گے۔ ایسی حاجت کے



طلب گار نہ ہو جو پوری کی جائے تو تم کو ضرر پہنچائے۔ میں  
 خدا سے دعا کرتا ہوں۔ کہ وہ ہر ایک کی مدد ہر ایک کے  
 مقابلے میں کیا کرے جب دیکھنا کہ میں تم میں کوئی حکم نافذ  
 کرنا چاہتا ہوں۔ تو اسے آسانی سے جاری ہونے دو۔  
 اور قسم بخدا تم میں سے بہت لوگ میرے ہاتھ سے مارے جائیں  
 گے ہر شخص کو چاہیے کہ میرے کشتوں میں شامل ہونے سے  
 عذر کرے! ”

---



## توارثِ اولیٰ (۶)

# زیادہ کے خطبے پر ایک خارجی کی تنقید

زیادہ کا یہ خطبہ بڑا دہشت انگیز ثابت ہوا۔ تاریخ میں یہ اپنی نوعیت کا نرالا اور عجیب خطبہ ہے۔ یہ اسے سن کر سامعین پر سگتے کا عالم طاری ہو گیا عربی زبان و ادب کی تاریخ میں اسے ایک خاص مقام حاصل ہے۔

زیادہ نے محسوس کر لیا کہ بصرہ کے حالات خرم و عزم اور زیادہ کی پالیسی شدت و صراحت کے طالب ہیں اس نے پہلے ہی موقع پر یہ بات اپنے سامعین کے سامنے واضح کر دی۔ کہ وہ کس راہ سیاست پر گامزن ہوگا۔ اس نے بتا دیا کہ وہ لوگوں کو نکلنے کی طرح سیدھا کر دے گا۔ اور اس سلسلے میں ہر طرح کی سختی اور تشدد اور جفاکاری کام میں لائے گا۔ رحم، رعایت اور مروت کو اپنے تصور میں بار پانے کا موقع نہ دے گا۔ اس نے اس موقع پر اپنے پروگرام کا اعلان بھی کر دیا، جو یہ تھا کہ بصرہ لے لوگ انکار سرکشی اور سرتابی اور سورش کے خوگر ہو چکے ہیں۔ دین کے معاملات میں بھی اور حکومت میں بھی، ان کی اصلاح احوال کی صورت صرف یہ ہے کہ وہی طریقہ اختیار کیا جائے۔ جو صدرِ اول میں اختیار کیا گیا تھا، یعنی اس حد تک نرمی کہ کمزوری پر محمول نہ کی جائے



جیسا کہ عہد فاروقؓ میں ہو کر رہا تھا۔

اپنے اس خطبے میں زیادہ

زیادہ اعتراض اور اس کا جواب :-

کر دی کہ اہل عراق خطا کاری کے عادی ہو چکے ہیں۔ ان کے لئے وہی عقوبات نافذ کئے جائیں گے جو ان خطا کاریوں سے مطابقت رکھتے ہوں۔

یہ خطبہ احکام عرفیہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ لوگ سخت چکر میں تھے کہ انہوں نے جو کچھ سنا ہے اسے اپنی سماعت کی غلطی سمجھیں یا امر واقعہ پر محمول کریں، برے

کے بدلے میں بھلے کو ماخوذ کرنا، بد کے بجائے نیک کو سزا دینا کون سا شیوہ انصاف ہے چنانچہ ابوبلال جو ایک خارجی شخص تھا اٹھا اور اس نے

زیادہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا :- وہ کہتا ہے۔ "لَا تَزِدُ زِدَةً وَذَرَا الْآخِرَى" تو نے جو کچھ کہا ہے خدا کچھ اور کہتا ہے۔

(کوئی شخص کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا یعنی سزا صرف مجرم کو ملے گی ناکردہ گناہ کو نہیں) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :- كَيْسَ لِاِنْسَانٍ اِلَّا مَا سَعَى

یعنی انسان اپنے کئے کی سزا پائے گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسے زیادہ جو بات کہی ہے وہ تیرے قول سے بہتر ہے، کیوں کہ تو برے کے بدلے میں بھلے کو اور بد کے بجائے نیک کو سزا دینے پر تلا ہوا ہے۔

یہ سن کر زیادہ نے کہا :-

”تو جو کچھ چاہتا ہے وہاں تک ہم صرف خون کے دریا

میں غوطہ رگا کر ہی پہنچ سکتے ہیں۔“



توارثِ اُولیٰ (۷)

## زیاد کا دورِ حکومت

زیاد کا یہ خطبہ جذبہٴ خونریزی کا اتنا مظہر  
 دہشت انگیزی کا دورا۔ نہیں تھا جتنا دہشت انگیزی کا۔ اس  
 کا مقصد پورا اور اس خطبہ نے ایسی دہشت لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دی۔ کہ  
 بصرہ کے حالات بہت جلد رہ براہ ہو گئے۔ اس طرح سے مطمئن ہو کر اس نے  
 مضافات و نواح کی طرف توجہ کی بڑی بے دردی سے اس نے خوارج کا  
 قلع قمع کیا۔ اس کے بنائے ہوئے دستور آئین کی زد میں پر بھی پڑی۔ وہ محفوظ  
 نہ رہ سکا، یہاں تک کہ بصرہ کے علاوہ اس کے مضافات و نواحی میں بھی پورے  
 طور پر امن قائم ہو گیا۔ اپنی اس کامیابی پر اس نے ایک دفعہ خود اظہار خیال  
 کرتے ہوئے کہا:-

”بصرہ سے لے کر خراسان تک کسی مقام تک اگر ایک

اُونٹ بھی گم ہو جائے تو مجھے معلوم ہو جائے گا۔ یہ کس کی حرکت ہے؟“

زیاد نے کوفہ کو بھی دہشت زدہ کر دیا :- اعلیٰ عبداللہ بن  
 زیاد نے پولیس کا



حصین کو بنایا، اس نے لوگوں کو اتنا سرا سیمہ کر دیا تھا۔ کہ بصرہ کے حالات افواہوں کی صورت میں کوفہ تک پہنچ گئے، اور وہ چاہتا بھی یہی تھا۔ کہ اس کی سیاست جدیدہ کا علم اہل کوفہ کو جلد از جلد ہو جائے۔

زیاد نے ایک مدت مقرر کر دی تھی۔ کہ فلاں وقت کے بعد اگر کوئی شخص آوارہ گردی کرتا ہو ارات کو پکڑا گیا۔ یا وقت مقررہ پر مٹر گشت کا سلسلہ بند کر کے گھر میں نہ پہنچ گیا۔ تو اسے قرار واقعی سزا دی جائے گی، عشاء کی نماز وہ دیر کر کے پڑھتا تھا۔ پھر اس کے بعد کسی شخص کو حکم دینا کہ سورۃ بقرہ یا کسی نبی سورۃ کی تلاوت شروع کر دے اس طرح دیر تک مسجد میں بیٹھ کر اس کا انتظار کرتا کہ اس نے جو مہلت لوگوں کو آوارہ گردی نہ کرنے اور گھروں میں پہنچ جانے کی دی ہے، گزر جائے، پھر اس کے بعد وہ دانا لامارۃ کا رخ کرتا اور پولیس والوں کو ہدایت دے جاتا تھا۔ کہ اب وہ سڑکوں اور گلیوں کا ایک چکر لگائیں۔ اور اگر کوئی شخص چلتا پھرتا دکھائی دے تو اسے قتل کر دیں۔

ایک مرتبہ پولیس والے زیاد کے پاس ایک اعرابی کو لائے جو وقت

معینہ کے بعد سڑک پر گھومتا ملا تھا۔

زیاد نے اس سے سوال کیا:-

”کیا تمہیں معلوم ہے کہ رات کو گھومنے کی ممانعت کر دی گئی ہے۔“

عرابی نے جواب دیا:-

”خدا کی قسم میں نے آپ کا یہ اعلان نہیں سنا تھا۔ واقعہ

یہ ہوا کہ میں اپنی دودھ دینے والی اونٹنی کو لئے ہوئے آ رہا تھا۔ کہ

رات آگئی۔ اب مجبور ہو کر میں ایک جگہ ٹھہر گیا۔ کہ اس کے علاوہ

میرے لئے کوئی اور چارہ نہ تھا۔ اور مجھے قطعاً نہیں معلوم تھا

کہ آپ نے رات کو نہ گھومنے پھرنے کا حکم صادر کیا ہے۔“



زیاد نے اعرابی سے کہا۔

”میرا خیال ہے۔ کہ خدا کی قسم تو سچا ہے۔ لیکن تیرے

قتل ہی میں اُمت کی بھلائی ہے۔“

پھر اس نے حکم دیا۔ کہ اعرابی کی گردن مار دی جائے، اور اس حکم کی فوراً

تعمیل ہو گئی۔

غرض زیاد بہت سخت گیر حاکم تھا۔ اس کی گرفت میں آنے کے بعد

رحمت و شفقت کو کنارہ کشی اختیار کر لینا پڑتی تھی۔

ایک مرتبہ اس نے اپنے

ایک بیباق خارجی زیاد کے سامنے:۔ ساتھیوں میں ایک شخص

کو حکم دیا۔ کہ فلاں شخص کو جو خوارج کا ہم رائے ہے میری خدمت میں حاضر کرو۔

تھوڑی دیر میں وہ شخص حاضر کر دیا گیا، اُسے دیکھ کر زیاد نے اللہ تعالیٰ کا ذکر

کیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا۔ پھر ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کا

ذکر خیر کیا۔ اس کے بعد کہا:۔

”تم چپ کیوں بیٹھے ہو۔ شاید تمہیں یہ بات ناپسند ہوئی ہے“

یہ سن کر خارجی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا۔ اور

ابو بکرؓ و عمرؓ کا اچھے الفاظ میں ذکر کیا، لیکن عثمانؓ کا ذکر چھوڑ گیا۔ پھر زیاد سے

مخاطب ہو کر اس نے کہا:۔

”جو کچھ آپ کہہ چکے ہیں، اپنے عمل سے اس کی صداقت

ثابت کیجئے۔ آپ نے اعلان کیا ہے، کہ جو ہم سے الگ رہے گا،

ہم اس سے کوئی تعرض نہیں گے۔“

”زیاد نے خارجی کی یہ بات سن کر اُسے انعام دیا۔ اور

رخصت کر دیا۔“

اس قصے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ کہ گویا سیاسی طور پر خوارج



کا سخت مخالفت تھا۔ لیکن اگر کوئی خارجی مقابلہ نہ کرے تو صرف عقائد و خیالات کے اختلاف کی بنا پر سزا نہیں دیتا تھا۔ اسی طرح جو لوگ بنو امیہ کی حکومت کو ناپسند کرتے تھے۔ لیکن عملی طور پر خاموش تھے، انہیں بھی وہ نہیں چھیڑتا تھا۔

کوفہ بھی زیادہ کے ہاتھ میں ہے۔ منیرہ کی وفات کے بعد معاویہ نے زیاد کو کوفہ کی ولایت بھی سونپ دی اور اس طرح عراق میں نائب سلطان کی حیثیت اس نے حاصل کر لی، بلکہ سارے مشرق کا وہ حاکم بن گیا۔

---



# زیاد کا خروج

تواریثِ اولیٰ (۸)

## زیاد کا جس سلوکِ خارجی عورتوں کے ساتھ

زیاد کے زمانے میں خوارج کا ظہور و خوارج کے مواقع بہت کم ملے، اس کا سبب یہ تھا۔ کہ اس نے قبائل اور رُوساء قبائل کو اپنے سرکشوں اور باغیوں کا ذمہ دار بنا دیا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ تھا۔ کہ کوئی قبیلہ جب یہ محسوس کرتا۔ کہ میں کچھ خارجی موجود ہیں تو وہ انہیں روکتا۔ یا انہیں لے کر زیاد کے پاس پہنچ جاتا۔ زیاد ان لوگوں کو ہدفِ انتقام بناتا اور قتل کر دیتا۔

عورتوں کی لاشیں برہنہ کر کے پھینکوا دیں: ایک مرتبہ ایک عجیب

واقعہ پیش آیا۔ کچھ خوارج شورش اور ہنگامے کے ارادے سے نکلے، ان کے ساتھ عورتیں بھی تھیں۔ زیاد ان لوگوں پر غالب آیا۔ اور انہیں قتل کر دیا۔ عورتوں کی لاش برہنہ کر کے پھینکوا دیں۔ اس کے واقعے کے بعد پھر زیاد کے عہد میں کوئی عورت خوارج کے ساتھ گھر سے باہر نہیں نکلی۔ اس کے بعد جب عورتوں کو خوارج اپنے ساتھ خروج کی دعوت دیتے تو وہ جواب دیتیں۔ ہم بڑے شوق



سے یہ فریضہ انجام دینے کو تیار تھے اگر ہمیں اپنی عربیانی کا اندیشہ نہ ہوتا۔

خارجی عورت کے ساتھ زیادتی

اس لرزہ خیز طرزِ عمل کا اثر: جو سلوک کیا، وہ اس کی سیاست دانی اور دوراندیشی پر دال ہے۔ کیونکہ خوارج کے لشکر میں عورتوں کا وجود جنگی نقطہ نظر سے بہت اہم تھا۔ اپنے درمیان عورتوں کو موجود پا کر وہ زیادہ دلیر اور بہادر بن جاتے تھے لیکن زیادتی نے اس کی کاٹ اس طرح کی کہ پھر خوارج کا ظہور و خروج کمزور پڑ گیا۔ ان کے عزائم لپست ہو گئے، جو شخص تنہا لڑ رہا ہو وہ موقع دیکھ کر لپسپائی بھی اختیار کر سکتا ہے اور بھاگ بھی سکتا ہے لیکن جو اپنی بیوی بچوں کو ساتھ لے کر لڑ رہا ہو۔ اس میں وہ عزم اور حوصلہ پیدا ہو جاتا ہے کہ اگر بھاگنا چاہے تو بھی نہیں بھاگ سکتا۔ زیادتی نے ان کے لئے بھاگنے کا راستہ پیدا کر دیا۔

خوارج نے جب دیکھا کہ اگر

نجات و عافیت کی کوئی صورت نہیں تو گو وہ مسلمانوں کا قتل جائز سمجھتے تھے مگر اب از روئے اجتہاد عام مسلمانوں کے ساتھ بود و باش اور سکونت اختیار کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اور ان کے سامنے کوئی ایسی بات نہ کہتے جو اشتغال انگیز ہوتی۔ اس طرح گویا وہ اسلام کے عہدِ اول کی اس تاریخ کا اعادہ کر رہے تھے جب مسلمان بے بسی کی حالت میں مشرکین کے ساتھ مکہ میں رہنے پر مجبور تھے۔

زیادتی طرف سے قتل عام: بصرہ کی ولایت پر فائز ہونے کے بعد جب زیاد خوارج کو

رام نہ کر سکا تو ان کی بہت بڑی تعداد کو قتل کر دیا۔ صرف مردوں ہی کو نہیں، عورتوں تک کو پوری بے دردی اور شقاوت کے ساتھ موت کے گھاٹ اتارا ایک خارجی بلجاء جب اس کے سامنے گرفتار کر کے لائی گئی تو اس نے



حکم دیا اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے جائیں۔ جب ہاتھ پاؤں قطع کر دیئے گئے تو اس نے حکم دیا اسے سڑک پر پھینک دیا جائے۔

**خوارج تقیہ نہیں کرتے تھے:**۔ میں شیعوں کی طرح تقیہ کی

قائل نہیں تھی۔ یہ لوگ علی الاعلان اور بے دھڑک دل کی بات زبان پر لے آتے تھے۔ اور موقع مل جاتا۔ تو اسے عمل میں لانے سے بھی نہیں ہچکچاتے تھے۔ یہ ایک شعلہ جوالہ تھے۔ جو ایک انگارے کی طرح برسرِ راہ دہک رہا تھا۔ یہ ایک آگ تھے جو ہر دم بھڑکتی رہتی تھی۔ زیادہ کی سفاکیوں اور شقاوتوں کی یوں تو جو بھی نزد میں آیا نہ بچ سکا، لیکن خوارج اس کا خاص نشانہ تھے، سب سے زیادہ انہی کو جان مال اور آبرو کا نقصان اس کے ہاتھوں اٹھانا پڑا، ان کا قتل بھی اتنا ہونا کہ ہوتا تھا۔ کہ دیکھنے والوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے جو خارجی بھی پکڑا جاتا اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے جاتے، پھر اس کی لاش چوراہے پر پھینک دی جاتی جو ہر خارجی کے لئے نمونہ عبرت اور ہر آئندہ روند کے لئے نمونہ دہشت بن جاتی تھی۔

**خوارج عورتوں کی بے مثل بہادری:** جبرأت و ہمت ان کی

گھنٹی میں پڑی تھی خوارج عورتوں نے بھی مختلف جنگوں اور لڑائیوں میں ہر طرح کے شدائد اور مصائب کا بے جگری سے مقابلہ کیا، خارجی عورتوں کی جبرأت و بہادری دیکھ کر زیادہ کا غصہ اور بھڑک اٹھتا تھا، اسے اس بات کا بڑا صدمہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب کہ مشرک عورتوں کے قتل سے منع کیا تو مسلمان عورتوں کو کس طرح قتل کیا جائے، لیکن اس کی نظر میں خارجی عورتیں مشرک عورتوں سے کہیں بڑا اور اہم خطرہ تھیں، یہ اپنے وجود سے خوارج کی فوج کا حوصلہ بلند رکھتیں ان میں جبرأت پیدا کرتیں، ان باتوں کا نتیجہ یہ ہوتا کہ ایک خارجی دس آدمیوں



پر بھاری ہو جاتا۔ اور چونکہ اس فتنہ عظیم کی سرکوبی لازمی تھی، لہذا نکال و عقوبت کے وہ تمام طریقے زیادتے اختیار کئے جن سے لوگ قبل ازیں بالکل ناواقف تھے اس نے قسم کھائی تھی کہ اگر کوئی خارجی عورت اس کے ہاتھ میں آئی تو اسے زیادہ سے زیادہ لرزہ خیز سزا دے گا۔

**بلجاء ایک خارجی خاتون :-** بلجاء خارجی عورتوں میں بڑے پایہ کی عورت تھی۔ تعلیم یافتہ، متقی، عصمت مآب، بہادر، ابوبلال کے پاس جو رئیس خوارج تھا۔ وہ اکثر آیا کرتی تھی، اور خارجی تحریک سے متعلق صلاح و مشورہ کیا کرتی تھی۔

ایک روز ایک خارجی نے ابوبلال کو بتایا کہ ابن زیاد نے قسم کھائی ہے اور عزم کر لیا ہے کہ اگر بلجاء یا تھ آگئی تو بڑی ہی عبرت ناک سزا دے دے گا۔ یہ خبر سن کر حاضرین میں اضطراب پیدا ہو گیا۔ یہ اضطراب موت کی دہشت پر مبنی نہیں تھا، کیونکہ جس راستے پر وہ چل رہے تھے یہ موت ہی کا راستہ تھا۔ لیکن اس پر بھی وہ تیار نہیں تھے کہ ان کی ایک ہم عقیدہ خاتون کی بے عزتی، زیادہ اس طرح کرے کہ اسے قتل کرے اور پھر ننگا کر کے سڑک پر ڈال دے۔ یہ بڑے عاز کی بات تھی۔

بلجاء نے بھاگنے سے انکار کر دیا۔ اسے نصیحت کی کہ اب اسے ابوبلال بلجاء کے گھر گئے اور پوشیدگی کے ساتھ کہیں اور چلا جانا چاہیے تاکہ زیاد کے لرزہ خیز مظالم کا نشانہ بننے سے محفوظ رہے لیکن بلجاء پر یہ خبر سن کر کوئی دہشت طاری نہیں ہوئی اس نے نہایت سکون اور اطمینان سے کہا۔

”اگر وہ ایسا کرے گا تو بد بخت ہوگا، اگر میں اس کے ہاتھ آ جاؤں، تو اسے حق ہے کہ جو سلوک چاہیے کرے“ اور آخر کار بلجاء زیاد کے ہاتھ آئی، اس نے وہی کیا جو کہا تھا، قتل کرایا، ہاتھ پاؤں کٹوائے، پھر کپڑے اُتار کر لاش سڑک پر پھینکوا دی۔



## تواریثِ اولیٰ (۹)

### زیادہ کے ہاتھوں خوارج کی درگت

زیاد نے ابولبال کو قید کر دیا، کچھ دنوں کے بعد اسے رہا کر دیا، لیکن اس کے مسلک میں کوئی تغیر نہیں ہوا، رہائی کے بعد پھر اس نے خروج کی تیاریاں کیں، اس مرتبہ زیاد نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو قتل کرنے کے لئے ایک بڑا دستہ فوج بھیجا۔

ابولبال نے جب یہ خبر سنی کہ زیاد خوارج کو تہس نہس کر ڈالنے کا فیصلہ کر چکا ہے تو اس نے اپنے احباب کو جمع کیا اور ان سے کہا:-

« ان ائمتعال انگیزیوں کے باوجود ہم اپنی طرف سے پہل نہیں کریں گے، اور تلوار اس وقت تک بے نیام نہیں کریں گے، جب تک ہم سے مقابلہ نہ کیا جائے اور ہمیں اس کام پر مجبور نہ کر دیا جائے۔»

پھر اس کے بعد ابولبال اپنے ساتھیوں کے ساتھ اہواز چلا گیا، راستے میں ابولبال خارجی کی بہادری کے ساتھ اہواز چلا گیا، راستے میں



اسے وہ مال اور سامان ملا۔ جو زیادہ کے لئے جارہا تھا، چالیس آدمی ابوبلال کی طرف سے چھپے اور سارے مال پر قبضہ کر لیا۔ ابوبلان نے اس مال کا ایک حصہ اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیا، اور باقی مال واپس کرتے ہوئے زیادہ کے آدمیوں سے گویا ہوا۔ ”اپنے آقا سے کہہ دینا ہم نے اپنا حصہ لے لیا۔“

اس واقعے سے زیادہ بہت زیادہ مشتعل ہوا، اس نے ایک بڑا لشکر ابوبلال اور اس کے ساتھیوں کی سرکوبی اور قلع قمع کے لئے بھیج دیا۔ جس کی قیادت اسلم بن ذرعه کے ہاتھ میں تھی۔ خوارج نے اس لشکر پر بڑی بے جگری سے حملہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قتال کی نوبت بھی نہیں آئی۔ اور اسلم مع اپنے سپاہیوں کے بھاگ کھڑا ہوا۔ زیادہ اسلم پر بہت خفا ہوا۔ اور اس کی بزدلی پر طعن و تشنیع کرنے لگا اس کے بعد نوبت یہ پہنچی کہ جب کبھی اسلم بازار میں سے گزرتا تو اسے دیکھ دیکھ کر شہر کے لڑکے تالیاں پیٹتے اور کہتے :-

”یہ ہے وہ جسے ابوبلال نے بھگا دیا۔“

**خارجیوں کا دھوکے سے حالت نماز میں قتل :-** اب زیادہ کی طرف سے

عباد بن علیؓ چار ہزار کا لشکر لے کر پہنچا۔ ابوبلال نے کوشش کی کہ جنگ و جدل کی نوبت نہ آئے۔ اور سالار لشکر اسلم کی طرح واپس چلا جائے۔ لیکن عباد نے یہ بات نہیں مانی اور فریقین میں مقاتلہ شروع ہو گیا۔ اتنے میں نماز کا وقت آ گیا۔ خوارج نے نماز پڑھنے کے لئے عباد سے مہلت مانگی۔ اس نے کہا۔

”ہماری طرف سے اجازت ہے۔“

خوارج نے نماز پڑھنے کے لئے اسلم اتار کر رکھ دیئے۔ اور نماز شروع کر دی اس موقع سے زیادہ کے لشکر نے پورا فائدہ اٹھایا۔ اور نماز کی حالت میں ایک ایک خارجی کو قتل کر دیا۔

اس کے بعد موقع پا کر خوارج کی ایک جماعت نے عباد کو بھی دھوکے



سے قتل کر دیا۔

یہ خبر سن کر زیاد اور زیادہ  
**ہر خارجی کو قتل کر ڈالنے کا فیصلہ :-** انگاروں پر لوٹنے لگا۔

خوارج کے خلاف اس کی برہمی اور بڑھ گئی، اپنے قائد لشکر کا قتل خوارج کے ہاتھوں  
 اس کے لئے حد درجہ اشتعال انگیز ثابت ہوا۔ اور اب اس نے فیصلہ کر لیا کہ  
 ہر خارجی کو جس تک دسترس ہو سکے گی۔ خواہ وہ امن پسند ہو یا جنگ جو قتل  
 کر ڈالے گا۔

چنانچہ اس نے اپنے فیصلے کو عملی جامہ پہنایا اور خوارج کی بہت بڑی تعداد  
 کو بے دردی کے ساتھ قتل کر ڈالا۔



## توارثِ اولیٰ (۱)

# خواجه کا عجیب و غریب کردار

زیادہ کے پاس عروہ بن اویہ گرفتار کمر کے لایا گیا۔ خوارج میں یہ پہلا شخص تھا جس نے سب سے پہلے تلوار بے نیام کی تھی۔ اور جنگ نہروان میں عملی حصہ لیا تھا۔ لیکن کچ نکلا تھا۔ اب وہ اپنے غلام سمیت گرفتار کر کے زیادہ کے حضور میں پیش کیا گیا۔

زیادہ نے عروہ بن اویہ سے ابو بکرؓ کے بارے میں رائے دریافت کی، ان دونوں کے متعلق اس نے بڑے اچھے الفاظ میں اپنی رائے ظاہر کی۔

پھر زیادہ نے پوچھا :-  
 ”عثمانؓ کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔“  
 عروہ نے کہا۔

”خلافت کے ابتدائی چند سالوں تک بڑے اچھے آدمی تھے۔“



اس کے بعد کافر ہو گئے تھے۔

زیاد نے عروہ سے دریافت کیا :-

”علیؑ کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہو؟“

”تحکیم قبول کرنے سے پہلے وہ بھی سراپا خیر تھے۔ اس کے بعد وہ بھی عثمانؓ

کی طرح کافر ہو گئے۔“

پھر زیاد نے عروہ سے کہا :-

”اب یہ کہو خلیفہ قائم معاویہ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟“

عروہ نے نہایت قبیح قسم کی گالیاں معاویہ کو دینی شروع کر دیں۔

زیاد وہ باتیں سنتا رہا۔ پھر اس نے کہا :-

”اب یہ بتاؤ میرے بارے میں تم نے کیا رائے قائم کی ہے؟“

عروہ نے معاویہ سے بھی زیادہ شدید اور غلیظ قسم کی گالیاں زیاد کو

دینا شروع کر دیں۔

آخر زیاد تاب نہ لاسکا، اس نے تلوار کے ایک وار میں عروہ کی گردن

اڑادی۔ پھر اس کے غلام کو طلب کیا اور اس سے کہا۔

”ذرا عروہ کے حالات تو بیان کرو۔“

غلام نے کہا :-

”اس نے دن کو کبھی کھانا نہیں کھایا۔ رات کو کبھی بستر پر نہیں سویا۔ وہ

صائم النہار اور قائم اہل تھا۔“

زیاد نے جب ابوبلال کو

ابوبلال کا ناقابل فراموش کردار :- گرفتار کیا تھا جس کی تفصیل

گزشتہ صفحات میں بیان کی جا چکی ہے۔ تو اسے اسیر زندان کر دیا۔ ابوبلال بھی

خوارج میں بہت بڑی شخصیت کا مالک تھا۔ مجتہد اور کثیر العبادت اجیلر نے

جب ابوبلال کی شدت عبادت کا مشاہدہ کیا۔ اس کے حسن بیان سے بہرہ ور



ہوا۔ تو وہ یہ کرتا کہ رات میں اسے رہا کر دیتا۔ اور صبح ہوتے ہوتے وہ پھر جیل خانے میں آجاتا۔

ایک مدت اسی طرح گزر گئی۔

پھر زیاد نے فیصلہ کیا کہ اب جتنے خارجی جیل میں ہیں ان سب کو قتل کر دیا جائے۔

ابو بلال کو اس فیصلے کی اطلاع اس وقت ملی جب کہ وہ جیل سے باہر تھا پھر بھی وقت مقررہ پر وہ واپس جانے لگا۔ اس کی بیوی نے کہا:۔  
 ”خدا کے لئے جان بچانے کا سامان کرو۔ اگر جیل واپس گئے تو قتل کر دیئے جاؤ گے۔“

ابو بلال نے جواب دیا۔

”میں خدا سے فریب کا رہن کر نہیں ملتا چاہتا۔ ضرور جاؤں گا۔“

یہ کہہ کر وہ حسب معمول جیل واپس آ گیا۔ جیلر اس کے اس کڑوا رہے اس درجہ متاثر ہوا کہ اس نے زیاد سے جو اس کا رضاعی بھائی بھی تھا سفارش کی اور وہ رہا کر دیا گیا، خوارج کی جماعت میں ابو بلال غیر معمولی عزت و احترام کا شخص مانا جاتا تھا پھر وہ کوزستان چلا گیا۔ اور وہیں قتل کر دیا گیا۔

خوارج جمہوریت کے علمبردار تھے :- لیکن ان کی عجیب و

غریب انتہا پسندی نے انہیں کامیاب نہ ہونے دیا۔ ان کے افکار و خیالات اور اقدام و عمل میں ہر ہر قدم پر تناقص ملتا ہے وہ مسلم اور غیر مسلم میں عجیب قسم کی تفریق کرتے تھے۔ ان کے نزدیک مسلمان کا خون حلال تھا، لیکن غیر مسلم کو بچانے کے لئے وہ جان کی بازی لگا دیتے تھے۔ کیونکہ وہ ذمی تھے اور قرآن نے ذمیوں کی حفاظت کا حکم دیا ہے، عقائد کی شدت میں وہ انگریزوں کی مشہور پورٹین جماعت سے مشابہہ تھے۔ جو کلیسائے انگلستان کو اپنے تقشف



اور انتہا پسندی کے باعث عہد مسیح کی طرف واپس لے جانا چاہتے تھے۔  
 خوارج کا نظریہ سیاست خلیفہ کے انتخاب اور عزل میں اس نظریے  
 سے ملتا جلتا تھا جو انقلاب فرانس اور انقلاب انگلستان کا محرک تھا۔ بلکہ  
 اگر یہ کہا جائے کہ اہل مغرب نے انقلاب کا سبق خوارج سے سیکھا تو کچھ غلط  
 نہ ہوگا۔

**خوارج کا دستور:** خوارج کا دستور وہی تھا جو خلفائے اولین کا تھا۔ وہ  
 ان دونوں کے اعمال کو سنت اور حجت قرار دیتے  
 تھے، لیکن ساتھ ہی ساتھ ان کے جوش نے ایسی شدت اور شقاوت اختیار  
 کر لی، کہ جب وہ کسی شہر پر حملہ کرتے تھے تو اپنے آپ کو مسلمین اولین قرار  
 دیتے تھے، خوارج کا لفظ انہوں نے خود ہی اپنے لئے وضع کیا تھا۔ اس لئے  
 کہ آئمہ جور کے خلاف وہ خروج کیا کرتے تھے۔

زیاد نے عراق میں خوارج کا زور توڑنے کی پوری کوشش کی اور بڑی  
 حد تک کامیاب بھی ہوا۔ زیاد کے بعد اس کا بیٹا عبید اللہ عراق کا گورنر مقرر  
 ہوا۔ اس نے پہلے تو خوارج کو ڈھیل دی۔ پھر اس نے انہیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر  
 جیل میں بھرنا اور قتل کرنا شروع کر دیا۔ اور اس طرح خوارج کی ایک بہت  
 بڑی تعداد اس کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتر گئی۔

خوارج نے اب اپنا یہ اصول بنا لیا تھا کہ اگر کوئی خارجی کسی کے ہاتھ  
 سے قتل ہوتا تو ہر قیمت پر اسے قتل کر دیتے۔ یہاں تک کہ ایک زمانے میں  
 کچھ عرصے تک عبید اللہ بن زیاد کو تلاش کرنے سے کوئی ایسا آدمی نہیں ملتا  
 تھا۔ جو کسی خارجی کو قتل کرنے پر تیار ہو۔



تواریثِ اُولیٰ (۱۱)

## خوارج کے عقائد اور ان کے فرقے

خوارج میدانِ جنگ میں پھلے پھولے، تلوار کی دھار پر انہوں نے اپنی زندگی بسر کی۔ معرکہ صفین نے انہیں جہنم دیا۔ سینکڑوں جنگیں اور معرکے ان کے خلاف برپا ہوئے۔ لیکن انہیں فنانہ کر سکے۔

خوارج نے حکیم کے معاملے میں علیؑ سے کھلم کھلا اختلاف کیا، اس بات پر ان سے جدا ہو گئے کہ انہوں نے حکیم کو کیوں قبول کیا، وہ اسے ماننے کے لئے تیار نہ تھے کہ کتاب اللہ میں کسی شخص کو حکیم کا حق دیا جاسکتا ہے ان کا نعرہ تھا:-  
”لَا حُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ“

یہ لوگ ابوبکرؓ و عمرؓ کی خلافت کو صحتِ انتخاب کی وجہ سے صحیح مانتے تھے عثمانؓ کے ابتدائی دورِ خلافت کو بھی درست تسلیم کرتے تھے۔ لیکن جب ان اطوار میں تغیر ہوا اور سیرتِ ابوبکرؓ و عمرؓ سے انہوں نے انحراف کیا تو انہیں کافر سمجھنے لگے، یہی روش ان کی علیؑ کے ساتھ بھی تھی۔ اصحابِ جملِ طلحہ، زبیر اور عائشہؓ وغیرہ پر



بھی وہ طعن کیا کرتے تھے۔ ابو موسیٰ اشعری اور عمرو بن خطاب کو انہوں نے کافر قرار دے دیا تھا۔

**خوارج کا نظریہ خلافت** - خلافت کے بارے میں ان کا نظریہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو حق ہے کہ وہ جسے چاہیں خلیفہ منتخب کر لیں۔ اور جب کوئی شخص منتخب ہو جائے تو اس کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ حکیم قبول کرے۔ خلیفہ کے لئے قرشی ہونا بھی ضروری نہیں سمجھتے تھے، ان کا خیال تھا کہ خلیفہ کو پورے طور پر امراہلی کا پابند ہونا چاہیئے ورنہ پھر اسے معزول کر دینا چاہیئے۔

چنانچہ انہوں نے اپنا امیر عبداللہ بن وہب کو بنایا اور اسے امیر المؤمنین کہنے لگے۔ عبداللہ بن وہب قرشی نہیں تھا، خوارج کے اس مسلک کی شیعوں نے اس لئے مخالفت کی کہ وہ اسے آل رسول اللہ کا حق سمجھتے تھے اور سینوں نے اس لئے کہ ان کے نزدیک خلافت کے لئے قرشیت شرط لازم تھی، بنو امیہ اور بنو عباس کے خلاف خوارج نے اس لئے بار بار خروج کیا کہ وہ انہیں ظالم غیر عادل اور شرور خلافت سے خالی سمجھتے تھے۔

**سیاست اور مذہب کا امتزاج** - شروع شروع میں خوارج شروع شروع میں خوارج سے وپسپی لیتے تھے، پھر عبدالملک بن مروان کے عہد میں ہم دیکھتے ہیں کہ انہوں نے اپنی سیاست میں مذہب کو بھی شامل کر لیا، اس معاملے میں خوارج کا فرقہ ازراقہ پیش پیش تھا، یہ لوگ تافع بن ازراق کے سپرد تھے۔

**مرتکب گناہ کبیرہ کافر:-**

خوارج نے یہ عقیدہ بھی شامل کر لیا تھا کہ اوامر دین کے لئے عمل بھی لازمی طور پر امان کا جزو ہے۔ نماز، روزہ، صدق اور عدل وغیرہ پر اعتقاد



ہی ضروری نہیں عمل بھی ضروری ہے، کیونکہ ایمان صرف اعتقاد کا نام نہیں ہے، جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ اللہ ایک ہے اور محمد اس کے رسول ہیں۔ لیکن فرائض دین پر عمل نہیں کرتا۔ وہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہے اور مرتکب گناہ کبیرہ کا فر ہے۔

**خارجیوں کے لیے لچک عقائد:** - بڑی آسانی سے دولت خوارج اگر متحد ہوتے تو امویہ کو پاش پاش کر سکتے تھے۔ لیکن بدوسی طبیعت ان میں کچھ اس طرح رچی ہوئی تھی۔ کہ دشمن سے کم اور آپس میں زیادہ لڑتے تھے۔ یہ تقریباً بیس فرقوں میں بٹ گئے تھے۔ ان میں مشہور تر فرقہ ازرقہ کا تھا۔ تافع بن ازرق اس فرقے کا سردار تھا۔ یہ بہت بڑا عالم اور فقیہ تھا، اس فرقے کے خاص خاص اصول تھے:

- کوئی خارجی غیر خارجی کے ساتھ نماز نہیں پڑھ سکتا۔
- غیر خارجی کا ذبیحہ ناجائز۔
- غیر خارجی خاندان میں شادی بیاہ ممنوع۔
- غیر خوارج کفار عرب کی طرح بت پرست ہیں۔ ان سے فیصلہ صرف دو ہی صورتوں میں ہو سکتا ہے یا «اسلام» قبول کر لیں، یا پھر تلوار کو حکم بنا لیں۔

**فرقہ نجدات کے عقائد:** - خوارج کا ایک اور فرقہ نجدات کے نام سے معروف ہے، یہ لوگ نجدہ بن عامر کے متبعین میں تھے۔ اس فرقے کی خاص خاص تعلیمات یہ ہیں:

- خطا کار اگر اپنے اجتہاد کی بنیاد پر کوئی غلطی کرے تو وہ معذور ہے۔

- دین اللہ اور رسول کی معرفت کا نام ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے مسائل سے اگر کوئی شخص ناواقف ہے توجیب تک اس پر



قائم نہ ہو جائے وہ معذور قرار دیا جائے گا۔

• جو شخص اپنے اجتہاد کی روشنی میں حرام کو حلال قرار دے لے وہ بھی معذور ہے۔

• کذب، زنا، شراب نوشی سے بڑا جرم ہے۔

خوارج کا ایک فرقہ اباضیہ ہے اس

فرقہ اباضیہ کے افکار :- کا سردار عبداللہ بن اباض تمیمی تھا

اس فرقہ کے افراد اب تک مغرب (افریقہ) میں پائے جاتے ہیں، یہ آزارقہ

وغیرہ کی طرح خالی اور انتہا پسند نہیں تھے۔ یہ لوگ غیر خارجیوں میں تشاد کی

بیابان جانے سمجھتے تھے۔ ان کے نزدیک خارجی غیر خارجی کا وارث ہو سکتا ہے۔ یہ

کسی شخص کو اس وقت تک قتل نہیں کرتے جب تک اسے "دعوت اسلام" نہ

دے لیں، حجت نہ قائم کر لیں اور اعلانِ قتال نہ کر دیں۔

عبداللہ بن اباض پہلی صدی ہجری کے نصف ثانی میں ظاہر ہوئے۔ اس

کے پیرو اکثر حالات میں مسلمانوں سے جنگ ٹالنے کی کوشش کرتے تھے۔ اور

جب جنگ کرتے تھے۔ تو اپنے تمام شروط پر عمل کرنے کے بعد!



## خوارج کے خصوصیات و کمیزات

خارجی جماعت بدوی عربوں پر مشتمل تھی۔ خلافت کے سلسلے میں ان کے جمہوری افکار و خیالات نے کچھ موالیوں کے دل بھی موہ لئے اور وہ ان کے ساتھ شریک ہو گئے۔ لیکن ان کی تعداد بہت کم تھی۔ اور اس میں اصناف اس لئے نہیں ہو سکا کہ یہ لوگ جمہوریت پسند ہونے کے باوجود غیر عرب لوگوں کو حقیر نظروں سے دیکھتے تھے۔ اور انہیں اپنے سے پست خیال کرتے تھے۔

تاریخ خوارج پر تحقیقی نظر  
تاریخ خوارج پر اگر تحقیقی نظر ڈالی جائے تو ان کے چند

کمیزات واضح نظر کے سامنے آئیں گے، مثلاً یہ لوگ حد درجہ عبادت گزار تھے ہمہ وقت عبادت و ریاضت میں منہمک رہتے تھے۔ شہرتانی نے ان کے بارے میں لکھا ہے :-

”خوارج اہل صوم و صلوة ہیں۔“

”مسبرونے الکامل میں ان کا ذکر یوں کیا ہے۔“

”خوارج کی ہر جماعت گنہگار اور کاذب سے کسی طرح کا میل نہیں رکھتی۔“



تقویٰ اور کثرتِ عبادت کے اعتبار سے خوارج نے ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر لی تھی۔ ابو حمزہ خارجی نے ایک موقع پر اپنے اصحاب کا نقشہ ان الفاظ میں دیا ہے۔

”آدھی رات کو اللہ انہیں اس حالت میں دیکھتا ہے کہ یہ قرآن کی تلاوت میں مصروف ہیں، جب کوئی ایسی آیت آتی ہے جس میں جنت کا ذکر آتا ہے تو یہ فوراً اشتیاق سے بے تاب ہو کر رونے لگتے ہیں، جب کوئی ایسی آیت آتی ہے جس میں جہنم کا ذکر ہوتا ہے تو یہ کانپنے اور لرزنے لگتے ہیں۔“

ثروت تقویٰ اور خوفِ الہی کے باوجود خارجی عورتوں کی دلیری :- یہ لوگ اپنے عقیدے میں بہت سخت تھے۔ گنہگار ان کے نزدیک کافر تھے۔ مسلمانوں کو کافر سمجھتے تھے، بلکہ ان سے کافروں سے بھی بدتر سلوک کرتے تھے یہ لوگ عورت، مادہ و دھپیتے بچے۔ اور شیخ فانی پر بھی رحم نہیں کرتے تھے۔

یہ لوگ غضب کے بہادر تھے۔ کسی حریف نے ان سے بڑھ کر دلیر اور جنگ جو کسی کو نہ پایا ہوگا، لڑنے میں تیز، حملہ کرنے میں چوکس، نیزہ بازی میں طاق، تاریخ میں ان کی جرأت و رسالت اور قوت و ہمت کی داستانیں بھری پڑی ہیں۔ زیاد نے دو ہزار سپاہی دے کر اسلم بن زرعہ کو خوارج سے مقابلہ کرنے بھیجا، ابولبال خارجی نے اپنے چالیس آدمیوں کی مدد سے اسے بھگا دیا۔

خارجی عورتیں بھی میدانِ جنگ میں غضب کی جری اور دلیر ثابت ہوتی تھیں میدانِ جنگ میں آنے کے بعد ایک خارجی عورت کس طرح اپنی ہمت و جرأت اور اقدام و ہجوم اور موت کا مقابلہ کرنے میں کسی مرد سے پیچھے نہیں رہی تھی، بلکہ بازی لے جاتی تھی یہ چیزیں تھیں جنہوں نے خوارج کو ایک عجیب



چیز بنا دیا تھا۔ ان کے مخصوص صفات تھے، دین میں شدت عقیدہ میں اخلاص  
یکتا شجاعت خالص عربیت کا جوش، خوارج کا اس طرح ایک مخصوص ادب  
بن گیا۔ جس نے نظم و نسق کی دنیا میں نئی راہیں پیدا کیں۔ ان کے بارے میں جو کچھ  
کہا جائے وہ دریا کے ایک قطرہ سے زیادہ نہیں ہے۔

عہد معاویہ میں خوارج پر  
**خوارج نے ابن زبیر کا ساتھ دیا**۔

میں بنایا جا چکا ہے معاویہ کے والیوں اور گورنروں نے ان پر ایسے ظلم و ستم  
توڑے کہ کچھ عرصے کے لئے وہ خاموش ہو کر بیٹھ رہے۔ لیکن یزید بن معاویہ کی  
وفات کے بعد، بلکہ اس کی وفات سے بھی پہلے عبداللہ بن زبیر کے عہد میں وہ پھر  
میدان میں آئے۔ انہوں نے عبداللہ بن زبیر کے ساتھ مل کر حبش یزید کا مقابلہ  
کیا، وہی تھے جنہوں نے اس حبش کو نہ روکا۔ ورنہ وہ بلاد اللہ الحرام یعنی مکہ معظمہ  
کا نہ جانے کیا حال کرتا!

یزید کی وفات تک خوارج ابن  
**خوارج کا ابن زبیر سے اختلاف**۔

یزید کا ساتھ دیتے رہے۔ مکہ  
میں زعیم خوارج نجد بن عومیر تھا۔ یہ بہت بڑا عالم تھا اور مکہ میں ابن زبیر کے  
ساتھ نماز پڑھا کرتا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے ابن زبیر سے کچھ سوالات  
کئے، جو بعض مسائل ہمہ سے متعلق تھے، تاکہ معلوم ہو سکے آیا ابن زبیر ان کے ہم  
مسک ہیں یا نہیں۔ چنانچہ یہ لوگ ان کے پاس پہنچے، جب یہ معلوم ہوا کہ یہ  
دونوں میں بعد المشرقین ہے تو انہیں چھوڑ کر الگ ہو گئے۔

بعض مصادر کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن زبیر سے قطع تعلق  
کرنے کے بعد نجدہ تے پیامہ پر قبضہ کر لیا۔ اور بعد میں یمن، طائف، عمان،  
اور وادی تمیم و عامر تک اس کا سکہ چلنے لگا۔ لیکن اس کے اصحاب اس سے  
بگڑ بیٹھے، کیونکہ اس نے مذہب خوارج میں نئے احکام مسائل شامل کر دیئے



تھے۔ چنانچہ اسے معزول کر دیا گیا۔ لیکن اسی کو اختیار دیا کہ کسی دوسرے شخص کو امام نامزد کر دے۔ اس نے ابو فریح کو نامزد کیا۔

خوارج کی تاریخ ندرت اور  
**خوارج مجموعہ اشداد تھے؛** مہجرت سے بھری ہوئی ہے۔ تاریخ  
 میں کوئی ایسی جماعت نہیں ملتی جو ان کی طرح بہادر ہو۔ راست گو ہو،  
 منفق اور پرہیزگار ہو، ان کی خوبیاں مستقل اقتدار کی حامل تھیں۔ سیاست  
 میں بھی اور دین میں بھی!



## نافع بن ازرق اور دوسرے سردارانِ خوارج

نافع بن ازرق دلیر اور شجاع شخص تھا۔ فقہ خوارج کا ماہر، بصرہ میں اسے ابن زیاد نے قید کر رکھا تھا۔ یزید بن معاویہ کی موت کے بعد یہ جیل سے اپنے چار سو ساتھیوں سمیت نکلا۔ ان لوگوں نے باہر آتے ہی تہلکہ مچا دیا۔ ابن زیاد اور اس کی سیاست کو ناکام بنا دیا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ ابن زیاد قصر امارت سے نکل کر قبیلہ ازو کے پاس پناہ لینے کے لئے پہنچا۔ خوارج ہر روز بصرہ کے مرید میں جمع ہوتے تھے۔ اور لوگوں کو جنگ و پیکار اور خروج و لغاوت پر آمادہ کرتے تھے۔ امویوں کے عہد میں مرید حیثیت ادبی تحریکات کے مرکز کی تھی نافع بن ازرق نے امیر خوارج بننے کے بعد نطق و کلام اور علم و لسان اور صبر و احتجاج کے حیرت انگیز نمونے پیش کئے۔

نافع نے مکہ کا دفاع کیا تھا :- ایک روایت سے معلوم ہوتا تھا۔ جنہوں نے یزید کے مقابلے میں عبداللہ بن زبیر کا ساتھ دیا تھا۔ اس نے دفاع مکہ کے کام میں نمایاں حصہ لیا تھا۔ پھر جب ابن زبیر اور



خوارج میں اختلاف پیدا ہوا تو ان کی ایک جماعت بخرہ کی سربراہی میں  
 یمامہ چلی گئی۔ دوسری نافع بن ازرق کی سرکردگی میں بصرہ پہنچی۔ سلسلہ  
 میں یہ گروہ اہواز پہنچا جو بصرہ اور فارس کے مابین ایک بہت بڑی وادی  
 تھی۔

بعض مصادر  
 نافع سے اس کے ساتھیوں کا اختلاف:- کے مطالعہ سے

معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اہواز میں جو زندگی بسر کرتے تھے۔ وہ سلفِ خوارج  
 کی سیرت کے نمونے پر تھے، یہاں تک کہ ایک روز بنو ہاشم کا ایک مولیٰ نافع نافع  
 کے پاس آیا، اس نے کہا مشرکین کے بچے جہنم میں جائیں گے، جو ہمارے عقائد  
 سے اختلاف کرتا ہے وہ مشرک ہے، لہذا مشرکین کی طرح ان اطفالِ مشرکین کا  
 خون بھی ہمارے لئے حلال ہے۔

نافع نے کہا ”تو کافر ہے!“

اس شخص نے کہا:-

”میں کتاب اللہ سے اپنے دعوے کی دلیل پیش کرتا ہوں۔“

پھر اس نے یہ آیت پڑھی۔

قال نوح رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا انک ان  
 تذرھم یضلوا عبادک ولا یلدوا فاجراً کفاراً ط

نافع کو یہ بات پسند آئی، اس نے تلوار سونت لی، اور مردوں، عورتوں

اور بچوں کا قتل شروع کر دیا اور کہا:-

”یہ لوگ کفارِ عرب کی طرح ہیں یا انہیں“ اسلام“ قبول کرنا پڑے

گا، ورنہ تلوار کا فیصلہ ماننا پڑے گا۔

خوارج کس درجہ غلو پسند تھے:- اس واقعہ سے اندازہ

ہوتا ہے۔ کہ خوارج



اپنے اعتقادات میں کس درجہ غلو سے کام لیتے تھے۔ اپنے سوا کسی کو مسلمان نہیں سمجھتے تھے، جو ان کا ہم مذہب نہ ہو۔ اس سے مقابلہ کرنا فرض جانتے تھے۔ نافع نے اس غلو میں اور اضافہ کیا، اس نے فتویٰ دیا کہ ان لوگوں کا قتل بھی جائز ہے جو خوارج ہوں اور قتال سے گریز کرتے ہوں۔ اس نے یہ بھی کہا کہ ایسے لوگوں سے نہ نشادی بیاہ جائز ہے نہ ان کا ذبیحہ کھایا جاسکتا ہے۔ نہ ان کی شہادت قبول کی جاسکتی ہے۔ نہ ان سے علمِ دین حاصل کیا جاسکتا ہے۔ نہ ان کی میراث حلال ہے کچھ خوارج نے نافع کی تائید کی، کچھ نے مخالفت، مخالفت کرنے والوں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔

## ابن ابیاض کا اختلاف :-

عبداللہ بن ابیاض نے اور صفحہ پہلے نافع کے اس مسلک سے اختلاف کیا۔ اور اس سے علیحدگی اختیار کر لی۔ عبداللہ نے ایک خط نافع کو لکھا جس میں اس پر اعتراض کیا کہ قتال سے جی چرانے والے خوارج کو کافر قرار دینا، ان کے مال کو جائز سمجھنا اور بچوں کو قتل کرنا درست نہیں ہے۔ لیکن نافع اپنے مسلک پر قائم رہے اور اس کے متبعین بھی اس کی پیروی کرتے رہے پھر اس نے ہوازن پر قبضہ کر لیا۔ اس کی شان و شوکت بڑھی، جماعت میں اضافہ ہوا، مخالف لوگوں اور ان کے بچوں کو وہ قتل کر دیتا۔ اگر کوئی اس کا مذہب قبول کر لیتا تو اس سے خراج وصول کرنے پر اکتفا کیا جاتا۔ جب اس کی شان و شوکت میں زیادہ اضافہ ہوا تو اس نے فیصلہ کیا کہ بصرہ پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لینا چاہیے اور وہاں کے لوگوں کو قتل کر دینا چاہیے۔

## اہل بصرہ نافع کا نام سن کر سہم گئے :-

یہ خبر جب بصرہ والوں کو پہنچی تو وہ سہم گئے۔ انہیں اپنا انجام نظر



آنے لگا۔ انہوں نے محسوس کیا کہ اگر نافع لہجہ و پرتقا لہجہ ہو گیا۔ تو کسی کی خیر نہیں  
 دس ہزار آدمی احنت بن قیس کے پاس پہنچے اور استدعا کی کہ کوئی شخص ہمارا  
 امیر بنا دیا جائے۔ جو ہمارے ساتھ خوارج کا مقابلہ کرے۔

احنت بنو تمیم کا سردار تھا، بلند اور ممتاز شخصیت کا مالک تھا یہ قبیلہ اس  
 زمانہ میں بہت شہزور اور بارعب تھا، احنت نے زندگی کے کئی دور دیکھے تھے۔  
 فتح خراسان کے وقت خلافت عمر کے زمانے میں احنت پیش پیش تھا۔ پھر جب علیؑ  
 اور معاویہ کے مابین جنگ ہوئی تو احنت نے دل و جان سے علیؑ کا ساتھ دیا، پھر جب  
 حالات نے پلٹ لکھایا اور عربی حکومت معاویہ کے ہاتھ میں آگئی۔ تو احنت نے معاویہ  
 کی بیعت کر لی۔ لیکن جب علیؑ اس نے اپنا شمار رکھا۔ اور اسے اس نے کبھی نہیں  
 چھپایا معاویہ کی حکومت تو اس نے کسی نہ کسی طرح برداشت کر لی، لیکن جب  
 معاویہ نے اس معاملے میں جب احنت سے تبادلہ خیالات کیا تو اس نے کہا۔  
 ”اگر جھوٹ بولوں تو خدا سے ڈرتا ہوں اور سچ کہوں تو آپ سے خوف  
 معلوم ہوتا ہے۔“

پھر وفات یزید کے بعد جب عبداللہ بن زبیر نے اپنی خلافت کا اعلان کیا  
 تو عراق ان امصار سے تھا۔ جو عبداللہ بن زبیر کی تائید میں تھے۔ ابن زبیر کی  
 طرف سے بصرہ کا گورنر ابن عبداللہ بن حارث تھا۔ احنت نے انہیں خوارج کے  
 فتنہ سے آگاہ کیا اور مشورہ دیا کہ ایک فوج خوارج کو روکنے اور ان کا مقابلہ  
 کرنے کے لئے بھیج دی جائے ابن حارث نے مسلم بن عیسے کو ایک فوج دے کر  
 بھیج دیا۔ مقام دولاہ پر دونوں لشکروں میں جنگ ہوئی اور دونوں کے سردار  
 مارے گئے۔ یہ جنگ بڑی ہولناک اور شدید تھی۔ لیکن کون غالب ٹھہرا۔ اور  
 کون مغلوب ہوا۔ اس کا فیصلہ نہ ہو سکا۔

اہل بصرہ نے ان حالات کی اطلاع ابن زبیر کو دی۔ ابن زبیر نے عمر بن  
 عبید کو خوارج کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا، وہ یقیناً ۶۳ھ میں نئے سردار



خوارق این ماحوز اور عمر بن عبید کے لشکر میں ایک معرکہ ہوا۔ اس معرکہ میں خوارج کامیاب ہوئے عمر بن عبید قتل ہوئے۔ جنگ جتینے کے بعد خوارج اہواز واپس چلے گئے۔ عبداللہ بن زبیر کو جب یہ خبر پہنچی۔ تو انہوں نے بصرہ کے عامل کو معزول کر دیا اور حارث بن عبداللہ کو گورنر بنا کر بھیجا۔

یہ حالات تھے جب ابن ماحوز خلافت  
ابن ماحوز کی کار فرمائیاں :- کا خواب دیکھ رہا تھا۔ سواد بصرہ پر

قابلق ہو چکا تھا۔ بصرہ کے لوگ اس سے خائف ہو رہے تھے۔ تب وہ احنف کے پاس فریاد کناں لے کر حاضر ہوئے۔ احنف نے ان لوگوں کی ترجمانی کرتے ہوئے حارث بن عبداللہ سے کہا۔

”دشمن ہمارے سر پر پہنچ چکا ہے۔ اگر اس نے محاصرہ کر لیا تو ہم بے بسی کی موت مرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔“

”حارث نے کہا۔ ”کسی ایسے شخص کا نام بتائیے جو اس جنگ کو کامیابی کے ساتھ لڑ سکے۔“  
احنف نے کہا۔

”میری نظر میں صرف ایک شخص ہے اور وہ ہے مہلب بن ابی صفرة“  
حارث نے جواب دیا۔

میرے پاس کل آئیے، میں غور کر کے جواب دوں گا۔“

مہلب نے کن شرائط پر خوارج کا مقابلہ کیا؟ دوسرے

کی فوجیں بصرہ کے دروازے پر پہنچ گئیں۔ انہوں نے پل باندھ لیا تاکہ آسانی سے شہر میں داخل ہو سکیں۔ اس پاس کے لوگ کچھ رغبت سے اور کچھ دہشت سے اس کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اب شہر بصرہ کے لوگ پھر حارث بن عبداللہ کے پاس آئے، خوارج کے خوف نے انہیں حد درجہ آشفستہ اور سراسیمہ کر دیا تھا۔ آخر



حارث نے فیصلہ کر لیا کہ مہلب کو لڑائی کی کمان سونپ دی جائے۔

چنانچہ حارث بن عبداللہ نے مہلب کو بلایا اور اس سے کہا:-

”اے ابوسعید! تم دیکھ رہے ہو دشمن کی درازدستیاں کہاں تک پہنچ چکی ہیں۔ تمہارے شہر کے لوگ تمہارے نام پر متفق ہیں۔

احنف نے مہلب سے کہا:-

”اے ابوسعید! خدا کی قسم تم سے بہتر کوئی آدمی ہمیں نظر نہیں آتا۔  
مہلب نے جواب دیا:-

”میں آپ کی دعوت مسترد نہیں کر سکتا، لیکن میرے کچھ شروط ہیں۔“

رداحنف اور حارث نے پوچھا:

”بتاؤ کیا شرائط ہیں تمہارے؟“

مہلب:- مجھے یہ اختیار دیا جائے کہ میں جسے چاہوں منتخب کروں۔“

احنف:- تمہیں اس کا پورا اختیار ہے۔“

مہلب:- جس شہر پر میں قبضہ کروں، وہاں کی امارت میری ہوگی۔“

حارث:- بن عبداللہ:- منظور۔ —

مہلب:- جس شہر کو میں فتح کروں اس کا مال غنیمت میرا ہوگا۔

احنف:- وہ نہ تمہارا ہے نہ ہمارا مسلمانوں کا ہے البتہ تم اپنے

ساتھیوں کو مال غنیمت میں سے جسے تم فتح کرو۔ جتنا چاہو دے سکتے ہو، دشمن

سے جنگ کے سلسلے میں بھی تمہیں مصارف کے پورے پورے اختیار ہوں

گے۔ ان مصارف کے بعد جو کچھ بچے گا۔ وہ مسلمانوں کا ہوگا۔ اس میں انہیں

کام حق ہے۔ تسلیم کیا جائے گا؟

مہلب:-

”مجھے یہ منظور ہے۔“

اس کے بعد باقاعدہ ایک معاہدہ لکھا گیا۔ جس میں یہ تمام شرائط



درج کئے گئے اور پورے اختیارات کے ساتھ مہلب کو میدانِ جنگ کی  
 کمان سونپ دی گئی۔ اور اسے اختیار دے دیا گیا کہ وہ خوارج کے  
 ساتھ جنگ کرنے ان کا زور توڑنے اور قلع قمع کرنے کے لئے جو طریقے  
 چاہے، اختیار کرے کسی طرح کی مزاحمت نہیں کی جائے گی، نہ اس کے  
 اختیارات میں کسی کی طرف سے مداخلت ہوگی۔

---



# مہلب اور خوارج

خالص عرب خاندان :- مہلب کے والد ابو صفیرہ خالص عرب تھے ، ان میں ابو صفیرہ بھی تھے۔ یہیں مہلب پیدا ہوئے ، ابو صفیرہ نے ان کی ترتیب اعلیٰ پیمانے پر کی بلوغ و شعور کی منزل تک پہنچنے کے بعد وہ بہادر سردار ، دلیر سوار اور سپاہی ثابت ہوئے۔

مہلب کے جنگی کارنامے :- آغاز شباب میں مہلب نے عہد معاویہ میں حدود سندھ و ہند پر جہاد کیا۔

ابن اثیر نے ۳۴ھ کے واقعات میں تحریر کیا ہے :-  
 » مہلب نے سندھ کی سرحد پر جنگ کی ، دشمن کے دانت کھٹے کر دیئے ، اور ظفر مندر واپس آئے۔ «

اسی طرح ۳۴ھ کے واقعات میں ہم دیکھتے ہیں کہ مہلب نے خراسان میں بھی دلیری اور بہادری کے ساتھ جنگ کی۔



دشمن نے مسلمان لشکر کو پارہ پارہ کر دینے کا سرو سامان بہم پہنچایا تھا۔ مہلب نے راست سے کام لے کر اپنے لشکر کو بچا لائے۔ اور دشمن منہ دیکھتا رہ گیا۔

## مہلب کی قدر و قیمت بڑھ گئی :- یزید بن معاویہ کا عہد

خلافت تھا۔ پھر اپنی شجاعت و دلیری کے جھنڈے گاڑ دیئے۔ یزید نے مسلم بن زیاد کو خراسان کا گورنر بنایا۔ اور اس کے بھائی عبید اللہ بن زیاد کو لکھا کہ چھ ہزار سپاہ اسے مہیا کر دے۔ اس جماعت میں مہلب بن ابی صفرہ بھی تھے۔ مسلم یہ لشکر لے کر خراسان گئے۔ نہر پار کر لی۔ اس سے پہلے عمال خراسان کا اصول یہ تھا کہ وہ دشمن سے جنگ کرتے رہتے تھے۔ اور سردی کے موسم میں مرد واپس آجاتے تھے۔ اس مرتبہ جب مسلمان لڑنے کے لئے آئے تو ملوک خراسان نے خوارزم کے قریب ایک شہر میں ڈیرہ ڈال دیا۔ عہد کیا کہ اب آپس میں نہیں لڑیں گے۔ بلکہ یک زبان ہو کر مسلمانوں کا مقابلہ کریں گے۔ مسلمانوں نے اپنے امراء سے یہ شہر فتح کر لینے کی استدعا کی۔ لیکن وہ تیار نہ ہوئے۔ جب مسلم آیا تو مہلب نے اسے اس طرف متوجہ کیا۔ چھ ہزار کا لشکر دے کر اس نے مہلب کو روانہ کیا، جس نے ملوک خراسان کا محاصرہ کر لیا، آخر ملوک خراسان نے بیس ہزار سے زیادہ رقم پر اس سے صلح کر لی۔ صلح کی ایک شرط یہ تھی کہ مہلب ان کے لشکر سے نصف قیمت پر جتنی چیزیں چاہے لے لے، چنانچہ اس نے بہت سا ساز و سامان جس کی اصل قیمت پچاس لاکھ کے قریب بنتی تھی لے لیا۔ یہ سب چیزیں بیکر وہ مسلم کے پاس آیا جس سے مسلم کی نظر میں اس کی عزت و وقعت دو چندان ہو گئی۔

## مہلب سے اہل بصرہ کی استدعا دہیں چاہیے

یزید کے انتقال کے بعد دولت اسلامیہ میں فتنہ و فساد کی گرم بازاری ہو گئی، مسلم نے باشندگان



خراسان کو بیعت کی دعوت دی کہ جب تک کوئی خلیفہ منتخب نہیں ہو جاتا تو وہ اپنی بیعت پر قائم رہیں۔ لوگوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ لیکن دو مہینے کے بعد توڑ دی! حالانکہ اس نے یہاں کے لوگوں کے ساتھ بڑا اچھا سلوک کیا تھا، پھر اس کا جانشین مہلب بنا۔ لیکن چونکہ وہ ازو سے تعلق رکھتا تھا، لہذا مصر والوں نے اس کی امارت پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ اس طرح خراسان دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا۔ اور وہاں کے حالات نازک سے نازک تر ہو گئے۔ اسی اثنا میں عبداللہ بن زبیر حجاز و عراق پر قابض ہو گئے، اور انہوں نے خراسان متعلقہ علاقوں کی امارت اسے سونپ دی۔ وہ بصرہ واپس آچکا تھا۔ جب مروانہ عمارت ملا۔ اب وہ خراسان واپس جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ کہ اہل بصرہ خوارج کے مقابلے میں اس سے مدد کے طلب گار ہوئے۔

**مہلب ماہر فتون و تدابیر جنگ تھا۔** عرب کے سالاروں اور بہادروں میں مہلب سرفہرست تھا۔ فن جنگ کی باریکیوں پر بڑی گہری نظر رکھتا تھا۔ فوجی لائنیں اس طرح بناتا تھا۔ کہ دشمن زچ ہو جاتا تھا۔ اس جنگی مہارت کے باعث دشمنوں میں وہ جادوگر کے نام سے مشہور تھا۔

لیکن اب مہلب کو جس جماعت سے پالا پڑا تھا۔ وہ بھی کچھ کم نہ تھی۔ حزم و کید اور جرأت و بسالت میں خوارج مہلب سے شاید دو قدم آگے ہی تھے۔ لیکن جنگی چال بازیوں میں وہ مہلب کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ مہلب کچھ اس طرح اپنے پیادوں اور سواروں کو ترتیب دیتا تھا۔ اور اقدام و ہجوم کی ایسی لائن متعین کرتا تھا۔ کہ گو خوارج اس کے لشکر کے مقابلے میں زیادہ بہادر اور عقیدہ کے دفاع میں زیادہ پختہ ایمان اور میدان جنگ میں زیادہ بے خوف تھے۔ لیکن چکر کھا جاتے تھے، کوئی شبہ نہیں خوارج نے مہلب کو بھی کنوئیں کھنکا دیے۔ لیکن مہلب نے بھی انہیں اس طرح شکنجے میں کسا کہ جنبش مشکل ہو گئی۔ وہ کہہ اٹھے۔



”مہلب کا سا صاحب تدبیر، داناؤ بیٹا اور ماہر فن جنگ

ہماری نظر سے کوئی نہیں گزرا۔“

جب کبھی خوارج نے شب خون مارنے کا ارادہ کیا۔ تو اسے چوکس ہی پایا  
آج تک انہیں کسی ایسے آدمی سے پالا نہیں پڑا تھا۔ جو جلد جوئی سے ان کی تدبیر  
نا کام بنا دے، اور جنگ میں ان کے دستوں کو لپٹا کر دے، اسی طرح مہلب  
کو ایسا سخت جان دشمن کوئی نہیں ملا تھا۔ تقریباً بارہ سال تک اسے خوارج سے  
جنگ جاری رکھنی پڑی۔ تب کہیں جا کر وہ ان کی کمر توڑ سکا۔

خوارج کی ایک بد قسمتی یہ بھی تھی کہ ان کی تعداد حریف کے مقابلے میں بہت  
کم تھی۔ اس کمی کو وہ دلیری اور بہادری سے پورا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔  
لیکن دشمن کی تعداد اتنی زیادہ تھی۔ کہ اس طرح بھی کام نہ بن سکا۔

## دشمن کے کمزور پہلوؤں کو پاڑ جاتا تھا:-

مہلب دشمن کے کمزور پہلوؤں کو پہچاننے اور ان سے فائدہ اٹھانے میں  
کمال رکھتا تھا۔ وہ اپنے ساتھیوں سے موت پر بیعت نہیں لیتا تھا۔ لیکن اپنی  
حکمتِ عملی سے دشمن کے چھکے چھڑا دیتا تھا۔ جب خوارج حملہ آور ہوتے وہ مقابلے  
میں ڈٹ جاتا۔ جب پیچھے ہٹنے تعاقب شروع کر دیتا۔ انہیں گھیر کر ایسے تنگنائے  
میں محدود کر دیتا کہ جہاں نہ اسلحہ مل سکے نہ رسد!

خوارج سے جنگ کرنے  
مہلب نے تاجروں سے چندہ لیا:-

کاجب مہلب نے  
فیصد کیا تو بصرہ کے آدمیوں میں سے بارہ ہزار لڑنے والے منتخب کئے۔  
بیٹ المال کا دروازہ کھولا تو صرف دو لاکھ درہم موجود تھے۔ اور یہ رقم  
اتنا بڑا معرکہ سر کرنے کے لئے قطعاً کافی تھی۔ اس نے تاجروں کو بلایا اور کہا  
”برس برس ہا برس سے تمہاری تجارت کساد بازی کی نذر



ہو رہی ہے، کیوں کہ اہواز اور فارس تم سے منقطع ہو چکے ہیں  
 اور میرے ہاتھ پر بیعت کرو۔ میرا ساتھ دو میں تمہارے حقوق  
 پورے کر دوں گا۔

تاجروں نے دینار و درہم کی تھیلیاں ان کے سامنے کھول دیں، اس  
 نے اس رقم سے ساز و سامان جنگ خریدی، بصرہ کا پل توڑ دیا۔ اس کا لڑکا  
 میغیرہ بھی اس کے ساتھ تھا۔ خوارج نے جنگ شروع کی۔ مگر کامیاب نہ ہوئے  
 آخر وہ بصرہ سے واپس جانے لگے۔ اس زمانے میں ان کا تعاقب نہیں کیا۔ اس مہلت  
 سے فائدہ اٹھا کر اس نے جنگی تیاریاں مضبوط اور مستحکم بنیاد پر شروع کر دیں۔  
 نئی جنگ شروع کرنے سے پہلے وہ ہر طرح کیل کانٹے سے لیس ہو جانا چاہتا تھا۔  
 یہ اس کے حسن سیاست کی دلیل تھی۔

مہلب چالیس روز تک دجلہ کے علاقے میں خراج جمع کرنے کے لئے مقیم رہا  
 خوارج یہاں سے بہت قریب تھا۔ اس دہشت کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اس کے پاس  
 ایک خطیر، رقم جمع ہو گئی۔ لوگ ہر چہاں طرف سے اس کے پاس جمع ہونے لگے۔  
 کچھ لوگ جہاد کے شوق میں آئے، کچھ مال غنیمت کے لالچ میں، کچھ کاروبار کے فروغ  
 و ترقی کی امید لے کر۔

**مہلب نے خوارج کا تعاقب شروع کر دیا** اپنے لشکر

قریب پہنچ گیا۔ خود بھی انتظامات کرنے لگا۔ اور ابن زبیر کے مقرر کردہ امیر  
 بصرہ کو بھی مدد کے لئے لکھا، ساتھ ہی ساتھ خوارج کے لشکر میں اس نے اپنے  
 جاسوس بھی پھیلا دیئے جو ٹھیک ٹھیک خبریں لا کر اسے دیا کرتے تھے۔ مہلب  
 اس جگہ اس وقت تک مقیم رہا۔ جب تک اس کی تیاریاں بہم و جود مکمل نہیں  
 ہو گئیں۔ اور اس کے سواروں اور پیادوں کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ نہیں  
 ہو گیا۔ اب اس کا لشکر تقریباً ۲۰ ہزار افراد پر مشتمل تھا۔



اب اہواز کا ارادہ کر کے مہلب آگے بڑھا، آگے آگے اس کا بیٹا مغیرہ تھا۔ یہاں تک کہ خوارج کے بالکل پاس پہنچ گیا۔ اب دونوں لشکر آمنے سامنے تھے اور جنگ کے لئے پرتول رہے تھے۔ اور کل کے معرکے میں حصہ لینے کے لئے ہر شخص بے قرار ہو رہا تھا۔ جب صبح ہوئی تو مغیرہ نے دیکھا خوارج جا چکے ہیں۔ وہ اہواز میں داخل ہو گیا۔ پیچھے پیچھے مہلب بھی اپنے لشکر گراں کے ساتھ پہنچ گیا۔

## مہلب کے چچا کا قتل خوارج کے ہاتھوں

آدمیوں کو نہ تیرس پر بھیجا۔ جہاں مہلب کے چچا مقیم تھے۔ ان لوگوں نے اسے قتل کیا اور اس کی لاش لٹکا دی۔ مہلب نے اپنے بیٹے مغیرہ کو ان کی سرکوبی کے لئے بھیجا، لیکن جب وہ پہنچا تو خوارج جا چکے تھے۔ وہ مہلب کے پاس واپس آ گیا۔ اور سولاف کے مقام پر خوارج اور مہلب کے لشکر میں جنگ شروع ہوئی۔ یہ جنگ عربوں کے قدیم اصول کے مطابق انفرادی طور پر شروع ہوئی۔ لیکن بہت خوارج نے اپنا سارا لشکر مہلب کے پڑاؤ پر ڈال دیا۔ اس معرکے میں مہلب کے آدمیوں کو شکست ہوئی۔ ستر سپاہی قتل ہوئے، لوگ بھاگنے لگے۔ مہلب اور مغیرہ اپنی جگہ ڈٹے رہے۔ مہلب نے لوگوں کو آواز دے کر بلانا شروع کیا، یہاں تک کہ چار ہزار آدمی واپس آ گئے۔ مہلب نے ان سے کہا۔

”وہ خدا کی قسم تمہاری تعداد کم نہیں ہے۔ جو لوگ تم میں سے بھاگے ہیں وہ بُردل، طامع اور لہست ہمت ہیں۔ تم میں سے اگر کوئی زخمی ہوا ہے۔ تو خوارج کے لوگ بھی خون میں نہائے ہیں۔ اللہ کا نام لے کر دشمن پر ٹوٹ پڑو۔“ لیکن اصحاب مہلب نے کہا۔

”جب تک زخمیوں کا علاج نہ ہو جائے۔ ہم مقاتلہ نہیں کریں گے۔“

”مہلب نے یہ بات مان لی۔ اور ایک مقام عاقول پر پڑاؤ ڈال دیا۔

یہاں سے خوارج کا لشکر بھی قریب تھا۔ نہر پار کرنے کے بعد پوزیشن ایسی ہو



گئی تھی کہ مہلب کے لشکر پر صرف ایک ہی طرف سے حملہ ہو سکتا تھا۔ خوارج نے جب بھی کوشش کی ان لوگوں کو چوکس پایا۔ لہذا ان کی کوئی کوشش کامیاب نہ ہو سکی۔

دونوں لشکر آمنے سامنے  
**رجالِ مہلب کو خوارج نے پھگا دیا:** پڑے پڑے تھک گئے۔ آخر لڑائی شروع ہوئی۔ خوارج نے اتنا زبردست حملہ کیا کہ رجالِ مہلب اُلٹے پاؤں بھاگے، مہلب جلدی سے ایک اونچے ٹیلے پر چڑھ گیا۔ اس نے آواز دی:-

”خدا کے بندو میرے پاس آؤ۔“

یہ سن کر تیس ہزار آدمی اس کے پاس واپس آ گئے۔ جن میں زیادہ تر ازدی تھے۔ مہلب نے انہیں زرم پیکار پر ابھارا، اور پیشِ قرار انعامِ اکرام کا وعدہ کیا جنگ ایک مرتبہ پھر پوری شدت اور ہولناکی کے ساتھ شروع ہوئی۔ شام کے چھٹے تک پوری خون آشامی کے ساتھ لڑائی کا سلسلہ جاری رہا۔ آخر عبید اللہ ابن ماحوز قتل ہوا۔ جو خوارج کا سردار تھا۔ اور خوارج ارجان کی طرف چلے گئے۔

## صاحبِ سیاست، صاحبِ ریاست :-

مہلب نے اس فتح کی اطلاع امیر بصرہ کو دی۔ اس نے جواب میں لکھا:-  
 ”میرے ازدی بھائی۔ میں خوارج تمہارا خط پڑھا، اور یہ معلوم کر کے خوش ہوا، کہ اللہ نے تمہیں شرفِ دنیا عنایت فرمایا ہے۔ عزت و سر بلندی بخشی ہے۔ آخرت میں بھی اجر و ثواب

۔۔۔۔۔ ابن الاثیر۔ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں ماخوذ لکھا ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک ماخوذ صحیح ہے۔



میں بہت بڑا حصہ پاؤ گے۔ تم مسلمانوں کے سب سے بڑے اور  
مضبوط پشتیان ثابت ہوئے۔ تم نے مشرکین کو تہس نہس کر دیا۔  
تم صاحب سیاست اور صاحب ریاست ہو۔  
اہل بصرہ نے بھی تبریک و تہنیت کے خطوط مہلب کو لکھے، احنف  
نے بھی ایک محبت بھرا خط لکھا۔

## مہلب پر خوارج کا ایک اور حملہ :-

زعیم خوارج عبید اللہ بن ماحوز کے قتل کا واقعہ شوال ۶۶ھ میں  
پیش آیا، یہ شخص ڈیرہ پیرس سے زیادہ خوارج کا امیر بنا رہا۔ اس کے بعد  
زبیر بن علی الماحوز کے ہاتھ پر خوارج نے بیعت کی اور اپنے سردار کے قتل کا بدلہ  
لینے کے لئے آمادہ ہو گئے۔ لیکن وہ پہلا سادم خم اب کہاں تھا۔ زبیر نے ان کے  
ٹوٹے ہوئے حوصلے کو بلند کرنے کی کوشش کی۔ اس نے کہا :-

”مہلب کے لشکر کو تم نے شدید نقصان پہنچائے ہیں، بلکہ تم  
نے مہلب کو ایسا داغ لگایا ہے وہ کبھی نہ بھول سکے گا۔“

پھر زبیر بن علی ایک بڑا لشکر جمع کر کے مہلب پر حملہ آور ہوا، وہ تیار  
بیٹھا تھا۔ گویا انتظار کر رہا تھا۔ کہ کب خوارج دکھائی دیں۔ اور کب اس کا  
لشکر جنبش کرے۔ یہ جنگ بھی بڑے معرکہ کی ثابت ہوئی۔ خوارج بہادری سے  
لڑے۔ لیکن سریر نہ ہو سکے۔



## مختار سے جنگ میں مہلب کی شرکت

مہلب خوارج سے برسر پیکار تھا۔ کہ یکایک ایک نئی صورت حال پیدا ہوئی۔ بصرہ کی ولایت پر بقاع، یعنی حارث بن عبداللہ فائز تھا۔ ۶۶ھ میں عبداللہ بن زبیر نے اسے معزول کر دیا۔ اور معصب بن زبیر کو یہ منصب سونپ دیا۔ اور مہلب کو لکھا کہ وہ بصرہ واپس آجائے۔ مہلب نے اپنے بیٹے مغیرہ کو اپنا قائم مقام بنایا اور اپنے اصحاب سے کہا۔

» جب تک مغیرہ تمہارا امیر ہے۔ تم میری کمی محسوس

نہیں کرو گے، وہ شفقت میں تمہارے ہر چھوٹے کا باپ ہے

اور برّ و طاعت میں تم میں سے ہر بڑے کا بیٹا ہے۔ تم اس کا

ساتھ دو، اس کی اطاعت کرو، اسے اپنا بنا لو، جب بھی میں

نے کسی نیک کام کا ارادہ کیا ہمیشہ وہ مجھ سے سبقت لے گیا۔

اس کے بعد مہلب عراق چلا گیا۔ یہاں اس جنگ

مہلب عراق میں، میں شریک ہوا جو مختار سے لڑی جا رہی تھی۔

بعد ازاں معصب نے موصل، جزیرہ، آرمینیا اور آذربائیجان کا اسے والی بنا



دیا۔ مہلب اپنے نئے منصب کی ذمہ داریاں ادا کرنے اپنی ولایت میں چلا گیا۔  
 اب معصف کو یہ فکر ہوئی کہ خوارج سے لڑنے کا بار کس شخص پر ڈالا جائے  
 ان کی نگاہ انتخاب عمر بن عبدین معمر پر پڑی۔ ان کے بارے میں خوارج کہا کرتے تھے۔  
 ”یہ شخص بطل عظیم ہے۔ شجاع اور دلیر ہے۔ بہت اچھا  
 شہ سوار ہے۔ اور یکتا سالار ہے۔ اپنے دین اور ملک کے لئے  
 بے جگری سے لڑتا ہے۔ جس جنگ میں بھی ہم نے اسے دیکھا  
 اسے سب سے آگے پایا۔“

عمر بن عبدین خوارج سے لڑنے کے لئے ارجان کی طرف روانہ ہوا، اس  
 جنگ میں خوارج کی کافی تعداد قتل ہوئی۔ اور آخر انہیں یہاں سے راہ فرار  
 اختیار کر کے اصفہان کی طرف کوچ کرنا پڑا۔

## خوارج کے سربراہ اور وہ اصحاب کا قتل : عمر نے مزید تیاریوں

میں جو فارس کا ایک مشہور مقام تھا۔ خوارج پر جو اب یہاں ٹھہرے ہوئے تھے  
 حملہ کیا، ایک شب روز انہوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ لیکن نتیجہ یہ نکلا کہ انہیں شکست  
 سے دوچار ہونا پڑا۔ دوسرے دن پھر بڑی زبردست جنگ ہوئی، عمر کے لشکر  
 نے آج اور شدت کے ساتھ مقابلہ کیا، اسی معرکے میں اس کا لڑکا بھی ہلاک ہو گیا  
 بیٹے کی موت نے دنیا اس کی آنکھوں میں اندھیر کر دی۔ اب اس نے ایسا شدید  
 حملہ کیا۔ جس کی مثال نہیں مل سکتی۔ اس جنگ میں خوارج بہت بُری طرح ہار گئے  
 اور اس علاقے سے باہر نکل گئے۔ لیکن لوٹ پھر کر ارجان کے علاقے میں چکر  
 لگاتے رہے۔ عمر بن عبد اللہ کی سرکوبی میں پڑا۔ چونکہ ثابت ہوا اس نے  
 معصب کو یہاں کے تمام حالات اور اپنے بیٹے کے قتل ہونے کی اطلاع بھیجی۔  
 ایک معرکہ میں جب عمر کا لشکر اور خوارج آمنے سامنے ہوئے۔ تو پھر زور کی جنگ  
 چھڑی۔ عمر نے اس جنگ میں بہادری کا عجیب و غریب نمونہ پیش کیا۔ صرف اپنے



باتھ اس نے خوارج کے چودہ مشہور آدمیوں کو قتل کر دیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک تیر تھا۔ جس پر یہ بڑ گیا وہ پھر نہ اٹھ سکا۔ آخر ادھر ادھر کی ٹھوکریں کھاتے ہوئے خوارج اہواز پہنچے، عمر بن عبد اللہ اصطخر کی طرف روانہ ہو گیا۔

اسی اثناء میں مصعب گوزری  
**خوارج چھاپے مارتے رہتے تھے** اسے معزول کر دیا گیا۔ اور

عبداللہ بن زبیر نے اپنے بیٹے حمزہ کو ان کا قائم مقام بنا کر بھیجا۔ لیکن تمسورے ہی عرصے کے بعد مصعب پھر واپس آ گیا۔ خوارج اطراف اصبہان میں موجود تھے۔ دیہاتوں اور قریوں سے خراج اور ٹیکس وصول کرتے رہتے تھے۔ پھر وہ اہواز کی طرف براہ فارس روانہ ہوئے۔ مصعب نے عمر کو لکھا۔

”جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔“

اور مصعب خود بھی جنگ کے ارادے سے بصرہ سے یاہرائے، خوارج تو راستہ کترا کر ندائن پہنچ گئے۔ یہاں انہوں نے تلوار بے نیام کی، عورتوں اور بچوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ پھر کوفہ کی طرف بڑھے، سواد کوفہ میں والی کوفہ نے راستہ روک کر کھڑا ہونے کی کوشش کی۔ لیکن وہ انہیں روک نہ سکا اور خوارج بدستور مردوں اور عورتوں کو قتل کرتے آگے بڑھتے رہے اور پھر اصبہان پہنچ گئے۔ اصبہان اور اہواز کے مابین کوئی مقام ایسا نہیں تھا۔ جدھر سے وہ نہ گزرے ہوں، اور مردوں اور عورتوں کو قتل نہ کیا ہو۔ مصعب نے اس بلائے عظیم کے بارے میں لوگوں سے مشورہ کیا۔ سب کی رائے یہ ہوئی کہ یہ کام مہلب کے سوا کسی کے بس کا نہیں ہے۔ آخر یہ ذمہ داری ایک مرتبہ پھر مہلب کو سونپی گئی، کیوں کہ اہل بصرہ کو اس کی ذات پر غیر معمولی اعتیاد تھا۔

اس اثناء میں خوارج نے  
**خوارج نے اصبہان کا محاصرہ کر لیا**۔ اصبہان کا محاصرہ کر لیا۔ جو کئی مہینے تک جاری رہا۔ جب محاصرہ نے طول پکڑا تو عتاب بن ورقہ نے



ایک جماعت لے کر ان پر حملہ کر دیا۔ کیونکہ بھوکے مرنے سے لڑ کر مرنا زیادہ بہتر ہے۔ ذخائر ختم ہو گئے تھے۔ رسد پہنچ نہیں سکتی تھی۔ ڈھائی ہزار کے قریب سپاہی لے کر وہ خوارج پر ٹوٹ پڑا۔ اور ان پر چھا گیا۔ یہ لوگ مرنے کے لئے نکلے تھے، اس لئے انہی بہادری سے لڑے۔ کہ خوارج سے کچھ کرتے دھرتے نہ بنی۔ زبیر بن علی الماحوز جو خوارج کا سردار تھا۔ اس جنگ میں کام آیا۔ ایسی بدترین شکست سے خوارج شاید ہی کبھی دوچار ہوئے ہوں گے۔

## خوارج کا نیا سردار — قطری

زبیر بن علی کے قتل کے بعد خوارج نے اپنا سردار قطری بن فجاء کو بنایا۔ خوارج کے گروہ میں بلند پایہ شاعر اور بے مثل بہادر تھا۔ لوگوں نے اس سے کہا:-

”اے امیر المؤمنین اب ہمیں فارس کا رخ کرنا چاہیے۔“  
اس مطالبے کے جواب میں قطری نے کہا۔

”فارس میں عمر بن عبد اللہ بن معمر موجود ہے۔ لیکن اگر اس کی مدد کے لئے مصعب بصرہ سے نکلے تو ہم فوراً داخل شہر ہو جائیں گے۔“  
مصعب نے نئے حالات کے ماتحت عبد الملک بن مروان سے مقابلہ کرنے اور ان پر خروج کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ انہوں نے اپنے اصحاب سے کہا:-  
”قطری گھات لگائے بیٹھا ہے ہم نے بصرہ سے قدم نکالا۔ اور وہ داخل ہوا۔“

پھر مصعب نے مہلب کو پیغام بھیجا اور کہا:-  
”اس دشمن کی دراز دستیوں سے ہمیں بچاؤ۔“

مہلب نے اس پکار پر لبیک کہا۔ اور خوارج سے مقابلہ کرنے پر آمادہ ہو گئے۔



## جنگ کے شعلوں میں

مسلسل اور متواتر جنگیں :- مسلمانوں اور خوارج کے مابین جو جنگیں کے تواتر اور تسلسل کی صورت اختیار کر لی تھی، ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے آنکھ چھوٹی ہو رہی ہے۔ اگر کسی منقام پر حکومت کی فوجیں خوارج کے کسی گروہ پر غالب آجائیں۔ تو فوراً ہی اطلاع ملتی کہ فلاں منقام پر انہوں نے پھر سر اٹھایا ہے۔ کسی معرکہ میں خوارج کا کوئی زعمیم یا سردار کام آتا۔ تو فوراً اس کی جگہ کوئی دوسرا شخص لے لیتا۔ ایک جماعت اگر کسی دوسرے منقام پر تہس نہس کر دی جاتی تو پہلے سے زیادہ ہوش اور شدت کے ساتھ کسی دوسرے منقام پر کوئی جماعت پیدا ہو جاتی۔ غرض اسی طرح رزم و پیکار کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری تھا۔

خوارج کے نہ ملنے والے نقوش :- اگر خوارج نے اس جنگ میں کیا ہوتا اور نظم اجتماعیہ اسلامیہ کو نشانہ بنانے کی کوشش نہ کی ہوتی۔ اور نظم و امن کے عام احکام کو پائمال نہ کیا ہوتا، یعنی امن پسند دیہاتیوں کو



موت کے گھاٹ نہ اتارا ہوتا، بچوں، عورتوں، ضعیفوں اور بیماروں کو بے دھڑک قتل نہ کیا ہوتا۔ تو بلاشبہ ان کی یہ معرکہ آرائیاں تاریخ انسانیت کا ایک یادگار واقعہ ہوتیں۔ اور مورخ ان کا ذکر ادب و احترام کے ساتھ کرتے نکتہ چین اور نقادان کے حضور میں خراج تحسین پیش کرنے پر اپنے آپ کو مجبور پاتے، اور ان کی حیثیت ایک ایسی بلند پایہ سیاسی جماعت کی ہوتی، جس نے اپنے ایتار و قربانی جوش و خروش، شجاعت و بسالت و ہمت و دلیری، کے مٹنے والے نقوش قائم کر کے دنیا کو اپنے سامنے سر جھکانے پر مجبور کر دیا ہوتا۔ لیکن یہ ایسی جماعت تھی۔ جو عربی خون کی کوئی قدر و قیمت محسوس نہیں کرتی تھی۔ یہ تعمیر کے بجائے تخریب کو اپنا شعار بنا چکی تھی۔ خون ریزی سے اسے اتنی رغبت تھی کہ اس نے کبھی اس بات پر غور نہیں کیا کہ آیا اس کا اقدام جائز ہے یا نادرست، نہ اس نے جنگی اصولوں کی کوئی پروا کی، نہ اخلاقی اصولوں کا کوئی لحاظ کیا،

## خوارج کے عجیب و غریب اصول

اور یہی اصول ان کی طوالت عمر کا سبب بھی ثابت ہوئے۔ جب کسی معرکہ میں ان کو شکست ہوتی یا کسی جنگ میں دشمن کو وہ قوی تر پاتے یا ایسا محسوس کرتے کہ فتح یابی زیادہ گراں قیمت پر ہوگی۔ تو وہاں سے کھسک جاتے۔ اور کسی دوسرے بگڑ نمودار ہوتے۔ ان کی جنگ گریز کا نہ کوئی مرکز تھا نہ محور، نہ مقام، جس شہر میں وہ پہنچتے، وہاں ہی خفیہ طور پر جنگی تیاریاں شروع کر دیتے۔ اور ایسے حالات پیدا کر دیتے کہ حکومت ان کی سرکوبی پر مجبور ہو جاتی۔ وہ آخر آسائش کی زندگی کو ٹھکرا کر جنگ و پیکار کے لوازم مہیا کرتے تھے۔ اور اس کے بعد پھر — وہ ہوتے اور جنگ کی لڈکار اور جھنکار!

۶۵۔ رہ میں جب مہلب خوارج سے مقابلے کے لطیف حوادث لائے باہر آیا۔ تو مصعب عبدالملک بن مروان سے



لڑنے کے لئے روانہ ہوئے۔ قطری کو قدوم مہلب کی جب اطلاع ملی تو اس نے کرمان کا رخ کیا۔ مہلب نے بصرہ کے منتخب لوگوں کو ساتھ لے کر خوارج کے مقابلے کے لئے اہواز سے کوچ کیا۔ سولات کے مقام پر دونوں فوجوں کی مڈ بھڑ ہوئی۔ آٹھ مہینے تک ایسی شدید جنگ ہوئی کہ لوگوں نے ایسے ہولناک مناظر کم دیکھے ہوں گے۔

اسی اثنا میں کہ جنگ کبھی جاری ہوتی، کبھی رک جاتی، دونوں لشکروں کے افراد کے مابین کچھ ایسے لطیف حوادث واقع ہوتے جن کا ذکر اس موقع پر بے جا نہ ہوگا۔

مہلب کی شوخ طبعی :- ایک مرتبہ مہلب کے لشکر میں دو

آدمیوں کے مابین جریر اور فرزوق کے بارے میں بحث چھڑی۔ کہ کوان میں سب سے بڑا شاعر کون ہے۔ فیصلے کے لئے یہ لوگ مہلب کے پاس پہنچے۔ مہلب نے کہا :-

”میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ ان کی مہجور دانتت کرنے کا مجھ میں یارا نہیں ہے۔ لیکن تمہیں ایک آدمی کا پتہ دیتا ہوں، اس سے پوچھو۔ اس کا نام عبید اللہ بن جلال ہے۔ اور وہ قطری کے لشکر میں ملے گا۔“

”یہ لوگ قطری کے لشکر میں پہنچے اور اسے بلایا۔ وہ سمجھا جنگ کے لئے بلایا گیا ہوں۔ وہ نیزہ تان کر باہر نکلا، ان دونوں نے اس سے سوال کیا۔“

”یہ بتائیے۔ جریر بڑا شاعر ہے یا فرزوق؟“

عبید اللہ بن جلال نے جواب دیا :-

”تم دونوں پر اور ان دونوں پر خدا کی پھٹکار۔“

ان دونوں نے کہا :-

”ہمیں خوشی ہے۔ کہ آپ نے ہمیں اپنی رائے سے مطلع کر دیا۔ ہم



جاتے ہیں۔“

پھر عبیدہ نے ایک شعر پڑھ کر پوچھا۔ ”یہ کس کا شعر ہے؟“  
 مہلب کے سپاہیوں نے جواب دیا۔ ”جریر کا۔“  
 عبیدہ نے کہا۔

”پھر وہی سب سے اچھا شاعر ہے۔“

خوارج کو مصعب بن زبیر کے قتل کی اطلاع  
 مہلب اور اس کے ساتھیوں سے پہلے مل گئی۔

خوارج کا طنز لطیف :-

بعض خوارج نے لشکر کے کنارے کھڑے ہو کر پوچھا :-

مصعب کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔

”مہلب کے اہل لشکر نے جواب دیا :-

”وہ امام ہدایں۔“

انہی خوارج نے پوچھا :-

”عبدالملک بن مروان کے بارے میں کیا کہتے ہو؟“

مہلب کے اہل لشکر نے جواب دیا :-

”وہ گمراہ ہے اور گمراہ کُن ہے۔“

چند روز بعد مہلب کو مصعب بن زبیر کے قتل کی خبر ملی۔ اور یہ بھی  
 معلوم ہوا کہ اہل عراق نے عبدالملک بن مروان کی خلافت تسلیم کر لی ہے، ساتھ  
 ہی ساتھ عبدالملک کا پروانہ ولایت بھی مہلب کے نام آ گیا۔ جب دونوں  
 لشکر آمنے سامنے ہوئے۔ تو خوارج نے آواز دے کر پوچھا :-

”مصعب کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔“

مہلب کے اہل لشکر نے جواب دیا :-

”تمہیں کیا؟“

خوارج نے پھر سوال کیا :-



”اچھا عبد الملک بن مروان کے بارے میں کیا کہتے ہو؟“

مہلب کے ساتھیوں نے جواب دیا :-

”وہ امام ہدیٰ ہے۔“

خوارج نے لکارا :-

”اے دشمنانِ خدا کل تک وہ گمراہ اور گمراہ کن تھا۔ آج امام ہدیٰ

بن گیا۔ تم دنیا کے بندے ہو، تم پر خدا کی لعنت!“

ابوالفرج نے کتاب الاغانی

میدانِ جنگ سے باہر دوست :- میں لکھا ہے :-

”جس زمانے میں مہلب اور قطری کی سرداری میں خوارج اور مسلمان

برسرِ پیکار تھے۔ تو ایسا بھی ہوتا کہ یہ لوگ کبھی کبھی آپس میں مل بیٹھتے۔ اور

دینی معاملات سے متعلق ایک دوسرے کے ساتھ امن و سکون کے ساتھ

بحث و گفتگو کرتے۔ ایسا معلوم ہوتا کہ یہ آپس میں دشمن ہی نہیں ہیں۔“

اغانی کی روایت ہے :-

اغانی کی ایک دلچسپ روایت :- ”عبیدہ بن ہلال خارجی

ایک مرتبہ لشکر کے کنارے آیا اور اس نے کہا :-

”اے گروہ مہلب تم میں سے کون میرے مقابلے میں آئے گا؟“

مہلب کے لشکر کے دو نوجوان نکل کر اس کے مقابلے میں پہنچے، عبیدہ

نے ان سے کہا: ”بتاؤ تمہیں کیا پسند ہے، قرآن سناؤں یا شعر سناؤں؟“

ان دونوں نوجوانوں نے جواب دیا :-

”قرآن جتنا تمہیں آتا ہے ہمیں بھی آتا ہے، شعر سناؤ۔“

عبیدہ بن ہلال نے کہا :-

”فاسقوا! خدا کی قسم میں جانتا تھا قرآن پر شعر کو ترجیح دو گے۔“ پھر

اس نے رجز خوانی شروع کر دی اور ایسا لڑا کہ وہ دونوں بھاگ کھڑے ہوئے۔



## جنگِ خوارج کے بعض پہلو

مقامِ سولات میں مہلب اور جماعتِ خوارج کے مابین جو معرکے قطری کی زیر قیادت برپا ہوئے وہ فیصلہ کن نہ ثابت ہو سکے۔

جب عبدالملک بن مروان قطری سردارِ خوارج کی کامیابیاں مصعب بن زبیر پر غالب

آیا اور وہ قتل ہو گئے۔ تو اس کی گرفت پورے عراق پر قائم ہو گئی، اس نے بصرہ کی ولایت پر خالد بن عبداللہ بن اسید کو مامور کیا۔ مہلب بدستور ازرقہ سے برسرِ جنگ تھا، خالد نے اسے اہواز سے خراج وصول کرنے پر مامور کیا اور اپنے بھائی عبدالعزیز بن عبداللہ کو جنگِ خوارج کی کمان سونپ دی۔

قطری نے اس کے مقابلے میں نو تنو سوار بھیجے، ان سواروں نے عبدالعزیز کو شکستِ فاش دی، عبدالعزیز خود بھی بھاگ کھڑا ہوا۔ اور اس کی بیوی خوارج کے ہاتھوں گرفتار ہو گئی۔

عبدالملک بن مروان کو جب اس واقعے کی اطلاع ملی تو بہت برہم ہوا اس نے اپنے والی کو ڈانٹا کہ اس نے مہلب کے ہاتھ سے یہ کام کیوں لے لیا؟



اور حکم دیا کہ اس معاملے میں ہمیشہ اس کی رائے پر چلے، اور یہ کہ اب خوارج سے جنگ کرنے کے لئے خود میدان میں جائے، اس کے علاوہ اس نے اپنے بھائی بشیر بن مروان کو جو کوفہ کا گورنر تھا لکھا کہ وہ بھی جنگِ خوارج کے لئے فوجیں بھیجے چنانچہ اس نے عبداللہ بن الاشعث کی سرکردگی میں کئی ہزار سپاہی بھیجے۔

خوارج مہلب کو جادو گر کہتے تھے۔  
 رایوں کا اس باب میں اختلاف ہے کہ اس

کے بعد کیا ہوا؟ ابن ابی الحدید کا قول ہے کہ جب خالد ازرقہ سے قتال کے لئے نکلا۔ تو مہلب اس کے ساتھ تھا۔ مہلب نے اُسے نصیحت کی کہ اپنی حفاظت کا خاص اہتمام کرے۔ لیکن اس نے اس نصیحت کی پرواہ نہیں کی، آخر مہلب نے یہ کام اپنے ذمے لیا۔ اور جاسوسوں کی دھاک بٹھادی۔ کہ کہیں رات میں موقع پا کر خوارج ان پر حملہ کر دیں۔ آخر کئی دن کی جنگ کے بعد خالد نے خندق کھول دی۔ اور مورچہ بندی کر کے حفاظت کا اہتمام کیا جب خوارج نے دیکھا کہ اہل کوفہ و بصرہ خندق کھود رہے ہیں تو پکار اٹھے:-

”یہ جادو گر اگر تمہارے ساتھ نہ ہوتا تو خدا ضرور تمہیں ہلاکت کر دیتا۔“

خوارج مہلب کو جادو گر کہا کرتے تھے، کیونکہ جب وہ کوئی تدبیر سوچتے

مہلب پہلے سے اس کا توڑ کرنے میں ان سے بازی لے جاتا۔

مہلب قبائلی تعصب کا شکار بنایا گیا۔  
 لیکن مہلب کو جرم کر

طور پر موقع نہیں ملا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ مہلب قیدیہ ازرقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اس لئے یہ اس پر نثار کھائے رہتے تھے۔

خوارج حکومت کے سب سے بڑے دشمن تھے۔ جو انہیں فنا کر دیتا، وہ یقیناً حکومت کا نجات دہندہ قرار پاتا اور مصر کے لوگ یہ فخر مہلب کو دیتا نہیں چاہتے، مہلب خود بھی اپنی قدر و قیمت سے واقف تھا، چنانچہ جب کبھی



اُسے آمادہٴ عمل کیا جاتا۔ تو وہ سخت شرائط پیش کرتا اور ایسے امتیازات کا مطالبہ کرتا جو اس کی گراں مائیگی اور رفعت میں بدرجہا اضافہ کر دیتے۔

**مہلب نے اپنا ترخ بڑھا دیا** مورخین کا بیان ہے کہ جب

بھائی بشیر بن مروان کو حکم دیا۔ کہ جنگِ خوارج کا مرحلہ مہلب کو سونپ دیا جائے  
مہلب نے اپنے لئے اپنا ترخ بڑھانا شروع کر دیا۔ اس نے کہا میں بیمار ہوں،  
بشیر خود اس کے پاس پہنچا، مہلب نے کہا:-

”میں سخت علیل ہوں۔ چل پھر بھی نہیں سکتا۔ دارالامارہ تک کس طرح

جاؤں گا؟“

بشیر نے کہا:-

”دارالامارہ خود تمہارے پاس آجائے گا، یہاں بیٹھ کر جو چاہو طلب کر لو، جن لوگوں کو چاہو اپنا ساتھی مقرر کر لو، اور خوارج سے جنگ شروع کر دو۔“  
مہلب نے یہ اختیارات خصوصی حاصل کرنے کے بعد اپنا لشکر لیا۔ اور ازارقہ کی طرف بڑھا۔ انہیں جب اس کے آنے کی اطلاع ملی۔ تو وہ کھسک گئے مہلب نے اہواز تک ان کا پیچھا کیا، پھر انہیں شکست دی، اب وہ لوگ فارس میں داخل ہو گئے تو اس نے اپنے بیٹے مغیرہ کو جو شجاعت اور دلیری میں یکتا تھا۔ ان کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔

اسی اثنا میں امیر عراق بشیر بن مروان کا انتقال ہو گیا۔ اور حجاج عراق کا گورنر بن کر آ گیا۔ اور اس نے پوری شدت اور سختی کے ساتھ جنگ شروع کر دی۔ یہ واقعہ ۶۵۷ء کا ہے۔



## حجاج بن یوسف میدان میں

عراق کی امارت پر جب حجاج فائز ہوئے تو جنگ خوارج نے کئی اور پلٹے کھائے وہ اپنے پیشروؤں سے کہیں زیادہ ظالم اور جاہل ثابت ہوئے۔ لوگ اس کے مظالم سے چیخ چیخ اٹھے۔

حجاج کا اہل عراق سے ایک سوال :- ایک روز حجاج نے عراق کو بلایا۔ اور ان سے پوچھا۔

”مجھ سے پیشتر یہاں کے والی خطا کاروں کے ساتھ کیا برتاؤ کیا کرتے تھے؟“

لوگوں نے جواب دیا :-

”کوڑے لگاتے تھے اور قید کر دیتے تھے۔“

حجاج نے کہا :-

لیکن میں کوڑے اور جیل کا قائل نہیں ہوں۔ خطا کاروں کے جواب میں یہی

ایک ہی چیز پیش کر سکتا ہوں۔ اور وہ ہے تلوار، اگر مسلمان مشرکین سے جہاد نہیں کریں گے تو خود مشرکین مسلمانوں سے لڑنے آجائیں گے۔ اور اگر لوگ اسی طرح



قانون شکنی اور خطا کاری کا ارتکاب کرتے رہے تو دشمن سے لڑ چکے، پھر نہ  
مال غنیمت ہاتھ آئے گا۔ نہ دین سر بلند رہے گا۔

اپنی گفتگو میں حجاج نے مشرکین کا لفظ خوارج کے لئے استعمال کیا تھا۔  
حجاج کی اس گفتگو کے بعد لوگ دوڑ دوڑ کر مہلب کے لشکر میں شریک  
ہونے لگے پھر اس کے بعد خوارج کے درمیان بڑی ہی ہولناک اور خونریز  
جنگ ہوئی۔

حجاج مہلب کو اکسا رہتا تھا:۔ مہلب اور خوارج کی معرکہ آرائیوں  
کے زمانے میں حجاج برا بھلا

بھیجتا رہتا تھا۔ اور مہلب کو قتال پر آمادہ کرتا رہتا تھا۔ تھوڑے سے تھوڑے  
وقفوں سے اس کے فرمان مہلب کے پاس پہنچتے رہتے تھے۔ ان قراین میں اسے  
پُر زور اور پُر خروش انداز میں خوارج سے جنگ لڑی رکھنے پر اکسایا جاتا تھا  
مہلب ان قاصدوں کو مختلف مراکز پر بھیج دیا کرتا تھا۔ تاکہ وہ بچشم خود جنگی  
سرگرمیوں کا اندازہ لگا سکیں۔ اور حجاج کو صحیح رپورٹ دے سکیں۔ جنگ کی  
شدت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ بعض قاصد تاب نظارہ نہ لاکر بھیجا  
کھڑے ہوتے تھے۔ اور بعض ہلاک ہو جاتے تھے۔ حجاج کو مہلب ایک ہی جواب  
دیتا تھا۔

”اپنے قاصدوں سے دریافت کر لو، تمہیں بتائیں گے کہ خوارج سے

ہم اور ہم سے خوارج کیسے لڑ رہے ہیں۔“

یہ قاصد جب حجاج کے پاس واپس آتے تو اس سے کہتے:۔

”ہم نے ایسی قوم کو دیکھا ہے جس پر خدا کے سوا کوئی غلبہ نہیں دے سکتا۔“

حجاج مہلب کی کارگزاریوں  
مہلب سے مطمئن نہیں تھا:۔ سے کچھ زیادہ مطمئن نہ تھا۔

ایک مرتبہ اس نے لکھا:۔



”مجھے معلوم ہوا ہے تم دشمن سے متقاتلہ چھوڑ کر خراج اور ٹیکس وصول کرنے میں سرگرمی دکھا رہے ہو۔ میں نے تم کو یہ ذمہ داری سونپی ہے اور اہل عمان کے مقابلے میں ترجیح دی ہے، حالانکہ تم ازدی ہو۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ فلاں روز فلاں جگہ خراج سے جنگ کر دو۔ اگر تم نے اس حکم کی تعمیل نہ کی۔ تو میرا نیزہ تمہارے سینے کے پار ہوگا۔“

مہلب نے یہ خط پڑھ کر اپنے بلیٹوں سے مشورہ کیا، انہوں نے رائے دی کہ سخت جواب نہ دیا جائے۔ مہلب نے حسب ذیل جواب لکھا:-

”آپ کا خط ملا۔ آپ سمجھتے ہیں کہ دشمن سے جنگ و پیکار کا سلسلہ بند کر کے میں خراج اور ٹیکس وصول کرنے میں لگا ہوا ہوں آپ کو معلوم ہوتا چاہیے کہ جو شخص خراج نہیں وصول کر سکتا وہ دشمن سے کیا لڑے گا۔“

”آپ کا خیال ہے کہ آپ نے مجھے ولایت سونپی ہے اور اگر آپ نے ایسا کیا ہے تو کچھ سمجھ کر کیا ہے آپ کا خیال یہ بھی ہے۔ کہ ازدی ہونے کے باوجود آپ نے مجھے منتخب کیا، حالانکہ ازو کے مقابلے میں وہ قبیلہ زیادہ بد نفس ہے جس سے دوسرے قبائل نفرت کرتے ہیں آپ کا خیال ہے کہ اگر فلاں روز فلاں جگہ میں نے خراج سے جنگ نہ شروع کی تو آپ کا نیزہ میرے سینے کے پار ہوگا، اگر آپ نے ایسا کیا تو میری ڈھال اسے روک لے گی۔“

”والسلام!“

سمجھ میں نہیں آتا کہ حجاج نے جنگی نقطہ نظر سے اتنی بڑی غلطی کیسے کی۔ میدان جنگ سے دور دراز مقام پر بیٹھ کر یہ حکم دینا کہ فلاں دن فلاں جگہ سے جنگ شروع کر دو۔ جنگی نقطہ نظر سے نہایت بے تکی بات ہے۔ اور کوتاہی نظر کی دلیل ہے۔ حجاج جیسے شخص سے اتنی بڑی غلطی کا ارتکاب بعید از فہم ہے۔ ہو سکتا ہے اس نے یہ خط مہلب کو آمادہ کار اور جنگ پر برا لگبختہ



کرنے کے لئے لکھا ہو۔

مہلب اور حجاج کی تلخ خط و کتابت : ایک مرتبہ اور حجاج نے مہلب کو اسی قسم کا خط لکھا، اس نے جراح بن عبداللہ کو جواب دے کر اس کے پاس بھیجا جس میں اس نے لکھا تھا :-

”مجھے آپ کا خط ملا جس میں آپ نے مجھ پر الزام لگایا ہے کہ میں مقابلہ کرتے ہچکچاتا ہوں، حالانکہ آپ جانتے ہیں، میں نہ بزدل ہوں، نہ خطا کار ہوں، پھر بھی آپ نے مجھے اس طرح سرزنش کی ہے جیسے کسی بزدل کو کی جاتی ہے۔ اس طرح دھمکایا ہے جیسے کسی گنہ گار کو دھمکاتے ہیں جو کچھ پوچھنا ہے جراح سے پوچھ لیجئے۔“

حجاج نے جراح سے پوچھا :-

”تم نے مہلب کو کیسے پایا؟“

جراح نے جواب دیا :-

”خدا کی قسم اے امیر میں نے اس جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا میرا خیال ہے کہ جن حالات میں وہ مصروف عمل ہے کوئی اور ہوتا تو میدان چھوڑ جاتا میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ مسلسل تین دن تک وہ اس کے ساتھ جنگ میں مصروف رہے۔ نیزوں سے وار کرتے تلواریں چلاتے رہے اور جب میدان جنگ سے واپس آئے تو اتنے ہتاش بشاش جیسے انہوں نے کچھ کیا ہی نہیں۔“

حجاج نے کہا :-

”ابو عقیبہ تمہاری اس مدح میں مبالغہ شامل ہے۔“

جراح نے جواب دیا :-

”میں نے سچی بات کہی ہے۔“



## شیب خارجی

### تاریخ خوارج کی ایک انمول شخصیت

عراق کے سالارانِ فوج کے مقابلے میں مہلب وہ  
 مہلب کی نئی چال :- تنہا شخص تھا جس نے خوارج کو اوران کے  
 طریقہ جنگ کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا۔ وہ انہیں تلوار کی مار سے کم اور جیلہ کی مار سے  
 زیادہ مارنا چاہتا تھا، مہلب اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ اس جماعت کے (خوارج)  
 پر صرف تلوار کی مرد سے غالب نہیں آسکتا، اس لئے کہ یہ لوگ غضب کے دلیر  
 اور شجاع تھے، موت کو ذرا بھی خاطر میں نہیں لاتے تھے، بلکہ اس کے اشتیاق میں سرگرم  
 رہتے تھے۔ وہ اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ اگر واقعی انہیں ہلاک کرنا اور ختم کرنا ہے  
 تو پھر مکرو و جیلے کے بغیر کام چل ہی نہیں سکتا۔

اسی اثنا میں شیب خارجی ظاہر ہوا، یہ  
**شیب کی شخصیت :-** واقعہ ۵۷ھ کا ہے۔ شیب نے اوراس کی  
 جماعت نے بغاوت اور خروج کی ساری تیاریاں مکمل کر لیں۔ اس کام پر آمادہ  
 کرنے والا بنوا مرء القیس کا ایک فرد صالح بن مسرج تھا۔ یہ خوارج کے فرقہ  
 صفریہ سے تعلق رکھتا تھا، اسی سال یہ حج کو گیا، اس کے ساتھیوں میں ایک



شخص ابو الضحاک شبیب بن یزید بھی تھا، نیز مدید، بطین اور بعض دوسرے  
سرب آوردہ خوارج عبدالملک بن مروان نے بھی اسی سال حج کیا تھا، شبیب  
نے اسے قتل کر ڈالنے کا ارادہ کیا، لیکن اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا۔

صالح بن مسرح ایک درویش صفت، عزلت گزین،  
عبادت گزار اور زردرو شخص تھا، حد سے زیادہ

ریاضت، عبادت سے شغف رکھنے والا، اس کا قیام ارضی موصل میں تھا، وہیں  
اپنے شاگردوں اور ساتھیوں کو قرآن پڑھایا کرتا تھا، عثمان، علی اور بعد کے  
دلاء امر سے تیری کا اظہار کرتا رہتا تھا، اپنے احباب و تلامذہ کو یہ دعوت دیتا  
تھا۔ کہ دارِ فنا سے دارِ بقا کی طرف چلنے کی تیاری کریں۔ اور جلد از جلد ان لوگوں

سے جا ملیں۔ جنہوں نے آخرت کے عوض میں اپنی دنیا بیچ دی، اپنے مال اور جان  
کو خدا کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے قربان کر دیں تاکہ رضوان الہی سے شاد کام ہوں  
اور خروج و بغاوت میں پیش از پیش حصہ لے کر منزل مقصود تک پہنچ جائیں۔

صالح بن مسرح کی ان تیاریوں کے دوران میں ایک شخص ابو الضحاک شبیب

بن یزید الخارجی کا ایک خط لے کر آیا۔ جس میں اس نے اس کی خواہش کا اظہار یہ  
کیا تھا کہ وہ اپنے ساتھیوں سمیت صالح کی جماعت مجاہدین میں شریک ہونا چاہتا  
ہے۔ اور یہ کہ صالح کو امیر المؤمنین اور شیخ المسلمین تسلیم کر کے کام باقاعدہ شروع کر دیا۔

صالح نے اس خط کا جواب حسب دل خواہ دیا۔ اور تاکید کی کہ جلد از جلد

آکر اس کے ساتھ شامل ہو جائے۔

اس اطلاع کے ملتے ہی شبیب اپنے ساتھیوں سمیت صالح بن مسرح کی خدمت

میں پہنچ گیا۔ اور ان سب نے طے کیا کہ صفر ۱۳ھ میں خروج کی اسکیم عمل میں  
لے آئی جائے۔

جب یہ جتنہ مکمل ہو گیا تو اس نے خروج

شبیب سمیت مزاج تھا، کی تیاریاں مکمل کیں۔



ثیبیب بن یزید نے دیکھا کہ جماعت کے بعض لوگ اس کے ہم رائے نہیں  
ہیں۔ اس نے تمام لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ صالح بن مسرح نے اسے  
اس کام سے روکا اور کہا۔

» ایسا نہ کرو، ہمیں چاہیے کہ ہم انہیں اپنی رائے کی طرف

دعوت دیں۔ جو ہمارا ہم رائے بن جائے۔ وہ محفوظ رہے۔ جو

اختلافات کرے۔ پھر اس کا قتل جائز ہے۔ «

یہ لوگ جب خروج کو نکلے تو ان کی تعداد ایک سو بیس نفر سے زیادہ نہ  
تھی، اور ان میں بھی زیادہ تر پیادے تھے۔ محمد بن مروان کی سواریاں استاق  
ہیں تھیں۔ انہوں نے ان پر قبضہ کر لیا۔ اور اپنے پیادوں کو ان پر بٹھا دیا۔  
محمد بن مروان کو جو امیر جزیرہ تھا جب یہ خبر ملی۔ تو اس نے کوئی زیادہ اہمیت  
نہ دی۔ اور عدی بن عمیرہ کو ایک ہزار سپاہ کے ساتھ ان کی سرکوبی کے لئے  
روانہ کیا۔ لیکن خوارج نے انہیں شکست دی۔ یہ پٹے ہوئے اور لٹے ہوئے  
محمد بن مروان کے پاس آئے۔ اب اسے غصہ آیا اور اس نے تین ہزار کا لشکر  
جس میں کئی کار آزمودہ جنگ جو بھی تھے روانہ کئے اس لشکر نے خوارج سے  
مقابلہ کیا اور کوئی شبہ نہیں مقاتلہ بہت سخت تھا۔ محمد بن مروان کے سپہدار  
خالد اور حارث اور ان کے ساتھی اور جنگ کو جیتنے میں ہر طرح کی کوشش  
کے باوجود کامیاب نہ ہو سکے۔ زخمیوں اور مقتولوں کی تعداد بہت زیادہ تھی  
جب شام ہوئی۔ تو دونوں لشکر اپنے پڑاؤ پر واپس آ گئے۔

خوارج نے باہمی مشورت کے بعد فیصلہ کیا کہ راتوں رات کھسک جائیں  
چنانچہ ارض جزیرہ کو قطع کرتے ہوئے ارض موصل میں پہنچ گئے۔ حجاج کو معلوم  
ہوا تو حارث بن عمیرہ کو تین ہزار کا لشکر دے کر کوفہ سے مقابلے کے لئے بھیجا  
ارض موصل کے حدود پر جنگ شروع ہوئی، اس جنگ میں صالح قتل ہو گیا۔  
ثیبیب نے صالح کے قتل کے بعد اپنے لشکر کو حکم دیا کہ نہ شخص اپنے ساتھ کی



بیٹھ سے بیٹھ ملا کر دشمن کا مقابلہ کرتا ہوا پاس کے قلعے میں داخل ہو جائے۔  
یہ ترکیب کامیاب ہوئی اور خوارج داخل قلعہ ہو گئے، حارث نے قلعہ کو  
گھیرے میں لے لیا،

**ثیب امام خوارج بن گیا**۔ ثیب نے لوگوں سے کہا صالح قتل  
بیعت کر لیں۔ نیا امام پہلا کام یہ کرے گا کہ دشمن کے لشکر پر شب خوں مارے گا۔  
ثیب کے ہاتھ پر بیعت کر لی گئی، اس کام سے فارغ ہونے کے بعد اپنے ساتھیوں  
کو لے کر وہ باہر نکلا اور دشمن نے لشکر پر شب خوں مارا۔ حارث اس نئی آفت  
سے بالکل بے خبر تھا۔ اس کے لشکر والے بھی اطمینان سے اپنے خمیوں میں دیکھے  
ہوئے تھے۔ ثیب اور اس کے ساتھیوں نے شمشیر زنی شروع کر دی، حارث  
لڑا لیکن گھائل ہو کر گزرتا، اس کے ساتھی اُسے اٹھا کر لے گئے۔ شب خوں  
کے نتیجے میں حارث کے لشکر کو شکست ہوئی اور یہ لوگ مدائن کی طرف پسا ہو  
یہ پہلا لشکر تھا جسے ثیب نے شکست دی، پھر وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر  
موصل پہنچا، اور وہاں سے آذربائیجان چلا گیا۔

**حجاج کی برائی اپنے فوجی افسر پر**۔ حجاج کے حکم کے مطابق سورۃ

کے لئے بڑھا، دوسری طرف سے سفیان بن ابی العالیہ بھی بڑھا، سورہ نے سفیان  
کو پیغام بھیجا کہ جب تک وہ نہ آئے وہ وہیں رہے۔ لیکن سفیان نے جلدی کی  
اور ثیب کی تلاش میں کوچ کر دیا۔ خالفین کے مقام پر مد بھڑھو گئی، ثیب  
نے اپنے بھائی کو اس کی خبر لینے کے لئے چھپا دیا۔ اور خود اس طرح پیچھے ہٹا گیا  
شکست کھا کر بھاگ رہا ہے۔ سفیان نے اس کا تعاقب کیا، عدی بن عمرہ شعبانی  
نے اُسے متنبہ کیا کہ لیکن گاہ سے ہوشیار رہے۔ لیکن اس نے کوئی پروا نہ کی  
یہاں تک کہ وہ لیکن گاہ کے قریب جہاں ثیب کا بھائی چھپا ہوا تھا۔ پہنچ گیا



اب ثیب پلٹا اور اس نے زبردست حملہ کیا، اس جنگ میں زخمی ہو کر سفیان گر پڑا۔ قریب تھا کہ قتل ہو جاتا کہ اس کے ایک غلام نے بڑی مشکل سے اسے ایک گھوڑے پر ڈالا۔ اور اس کی مدافعت کرنے لگا۔ سفیان تو بچ کر نکل گیا، لیکن غلام قتل ہو گیا۔

سورہ نے خوارج سے جنگ کرنے کی کوشش کی، لیکن ہار گیا، اور اپنے ساتھیوں کو لے کر مدائن پہنچا، خوارج پیچھے پیچھے تھے، اہل مدائن نے تیروں اور پتھروں سے خوارج پر حملہ کیا، ثیب اپنے ساتھیوں کو لے کر تکریب کی طرف بڑھ گیا، حجاج کو جب یہ معلوم ہوا تو بھڑک اٹھا، اس نے کہا:-  
 ”خدا سورہ کو فارت کرے۔ اس نے سارا لشکر تباہ کیا اور“

ساری چھاؤنی برباد کر دی۔“

حجاج نے عثمان بن سعید کو جو بہادری  
**حجاج کی بے قراریاں:** میں یکتا مانا جاتا تھا۔ طلب کیا اور چھا

ہزار کا لشکر دے کر خوارج کے مقابلے میں بھیجا، یہ لشکرے کر جنزل، یعنی عثمان بن سعید روانہ ہوا، ثیب اسے جھنکائی دے کر ایک قریہ سے دوسرے قریہ میں ایک شہر سے دوسرے شہر میں نمودار ہوتا رہا۔ اس کے بعد اس نے جنزل کے لشکر پر بھی شب خون مارا، لیکن ان لوگوں کو چوکنہ پا کر واپس ہوا، اور جزیرا کی طرف بڑھ گیا۔

حجاج نے جنزل کو خوارج سے مقاتلہ کرنے پر اور زیادہ اکسایا اور سعید ابن المجاہد کو جنزل کی مدد کے لئے روانہ کیا۔ اور تاکید کی کہ جس طرح درندہ حملہ کرتا ہے اس طرح خوارج پر ٹوٹ پڑیں۔ سعید جب جنزل کے پاس پہنچا تو اس نے فیصلہ کیا کہ خوارج سے مقابلہ شروع کر دینا چاہیے، جنزل نے سمجھا یا کہ یہ حرکت تدبیر جنگ کے متانی ہے۔ لیکن سعید نے پرواہ نہ کی۔ وہ خوارج کے مقابلے پر نکلا۔ شکست کھائی اور قتل ہوا۔ اس کے ساتھی بھاگ کر جنزل کے پاس پہنچے۔



خوارج سے گھمسان کی لڑائیاں :- جنرل نے سعید کے باقی لوگوں اور اپنے ساتھیوں کو لے کر

خوارج سے مقابلہ شروع کیا، بڑے گھمسان کے رن پڑے۔ جنرل نے جنگ کے شدید اندکاہمت کے ساتھ مقابلہ کیا۔ جنگ کرتا ہوا زخمی ہوا۔ اسی حالت میں مدائن لے جایا گیا۔ اس کے لشکر نے شکست کھائی اور ناکام و نامراد کوفہ واپس آیا۔ جنرل نے حجاج کو ساری کہانی لکھ کر بھیجی۔ سعید کی جلد بازی اس کے قتل کی داستان!

حجاج نے جنرل کا خط پڑھ کر اس کی تحسین کی۔ اور سعید کے قتل پر افسوس کا اظہار کیا پھر ایک خاص طبیب زخموں کے علاج کے لئے اس کے پاس بھیجا۔ اور دو ہزار درہم بھی تاکہ اپنی ضروریات پر خرچ کرے۔

شیب مدائن میں :- اہل عشر قلعہ بند ہیں اور وہاں پہنچنے کی کوئی صورت نہیں۔ اب وہ کرخ پہنچ گیا۔ جو بغداد کا ایک حصہ تھا۔ حجاج نے سوید بن عبد الرحمن سعدی کو اس کے تعاقب میں روانہ کیا، شیب مختلف مقامات پر ہوتا ہوا آیا پھر آذربائیجان پہنچ گیا۔

حجاج نے کوفہ کی عمارت عروہ بن میسرہ بن شعبہ کے حوالے کی اور خود بصرہ چلا گیا۔ عروہ کو جب یہ خبر ملی۔ کہ خوارج کوفہ پر حملے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ تو اس نے حجاج کو اطلاع دی، یہ خبر سننے ہی وہ کوفہ کی طرف لپکا۔ لیکن رات کو شیب کوفہ میں داخل ہو گیا اور قصر امارت پر اپنے تیر کی ایک ضرب لگائی۔ کوفہ میں داخل ہونے کے بعد خوارج مسجد اعظم میں شیب کوفہ میں :- داخل ہوئے، جو لوگ یہاں نماز پڑھ رہے تھے۔ انہیں قتل کر دیا۔ حجاج نے فوراً لام بندی کا حکم دیا۔ شیب نے ذرا بھی وقت ضائع کئے بغیر قادیہ کی طرف کوچ کر دیا۔



حجاج نے ایک نیا لشکر دے کر زحرین قیس کو شبیب کے تعاقب میں روانہ کر دیا اور تاکید کر دی کہ اس کا جو آدمی بھی ملے اُسے قتل کر دیا جائے۔ حیرہ کے قریب ایک مقام پر دونوں لشکروں کی ٹڈ بھڑ ہوئی، اس جنگ میں زحر زخمی ہوا۔ اور اس کے ساتھیوں کو شکست ہوئی۔ پھر خوارج فوراً ہی امراء فوج و شہر پر ٹوٹ پڑے، جو کوفہ سے چند فرسخ کے فاصلے پر موجود تھے یہاں پر بڑی زوردار جنگ ہوئی، کئی امراء قتل اور بہت سے زخمی ہوئے۔ شبیب نے باقی ماندہ لوگوں کو زیرِ شمشیر لانے سے پہلے دعوت دی کہ اس کے ہاتھ پر بیعت کر لیں۔ جس کی تعمیل کی گئی۔ رات میں بیعت ہوئی اور صبح ہوتے ہی یہ لوگ بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور متفرق ہو گئے۔

## حجاج شبیب کی کامیابیوں سے سرا سیمیا ہو گیا

یہ خبر معلوم ہوئی تو گھبرا گیا اس نے سوچا کہ اب شبیب مدائن پر حملہ کرے گا جو کوفہ کا دروازہ ہے، جو مدائن فتح کرے کوفہ کا فتح کرنا اس کے لئے کچھ بھی دشوار نہیں۔ اس نے عثمان بن قطن کو مدائن کا گورنر بنایا، تاکہ وہ خوارج کو روکے، اور لشکر کے نام فرمان جاری کیا جو جو بھاگے گا اسے دشمن سے بھی زیادہ عبرت انگیز سزا دی جائے گی۔ عثمان نے پہلے تو شبیب کے مقابلے پر عبدالرحمن کو بھیجا۔ لیکن شبیب اسے چکر دیتا رہا۔ آخر حجاج نے عثمان کو سردار لشکر بنا دیا۔ اور مدائن کی گورنری مطرف بن مغیرہ بن شعبہ کو سونپ دی، عثمان اپنا لشکر لے کر فوراً ہی خوارج کے مقابلے پر روانہ ہوا، لیکن فضا ناموافق تھی، آندھی کی شدت نے ایک شب و روز جس کرنے کا موقع دیا۔ پھر اس کے بعد شبیب کے لشکر میں مقابلہ ہوا اس کے ساتھ ایک سوائسی آدمی تھے۔ اس نے ان آدمیوں سے عثمان کے لشکر کو شکست دی اور قتل عام شروع کر دیا۔ پھر تلوار سے ہاتھ روک لیا، اور لوگوں



کو اپنے ہاتھ پر سمیت کی دعوت دی، اکثر نے بیعت کر لی۔ عثمان کے لشکر میں سے عبدالرحمن بن محمد بن اشعث پنج بچا کر کوفہ پہنچے۔ لیکن سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ جب تک اس نے امان نہ دے دی۔ چھپے رہے۔ یہ واقعہ مشہور کا ہے۔

**شہیب کی دھاک بیٹھ گئی :-** شہیب نے عثمان بن قطن کو قتل کر دیا اس واقعے نے اس کی دھاک بیٹھا دی لوگ بڑی مقدار میں اس کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ وہ لوگ تھے، جو طالب دنیا تھے، یا وہ جو حجاج کے مظالم سے تنگ آ کر شہیب سے مل گئے تھے، یہ شدید گرمی کا موقع تھا، جب گرمی کم ہوئی۔ تو شہیب مدائن کی طرف بڑھا دہقان بابل نے حجاج کو اس کی اطلاع دی۔ حجاج نے اہل کوفہ سے اپیل کی کہ اپنے بلاد اور مال و متاع کی حفاظت کے لئے تیار ہو جائیں۔ ورنہ وہ اہل شام کو یہاں بلا کر دے گا۔ لوگوں نے اس اپیل پر لبیک کہا اور اقدام میں قتال پر آمادگی ظاہر کی۔

**حجاج کی طرف سے سپاہ شام کی طلبی :-** حجاج نے عبدالملک لکھا کہ شہیب مدائن کو سر کر چکا ہے اور اب کوفہ کی طرف بڑھ رہا ہے، یہاں کے لوگ کئی موقعوں پر اس سے مقاتلہ کرنے میں عاجز آچکے ہیں۔ اور اب اس کی طرف مائل ہو چکے ہیں۔ لہذا ضروری ہے کہ شامی فوج جلد از جلد یہاں بھیجی جائے عبدالملک بن مروان نے چار ہزار کا لشکر دے کر سفیان بن ابرو کو اور دو ہزار کا لشکر دے کر حبیب بن عبدالرحمن کو بھیجا، شامی فوجیں جلد کوفہ پہنچ گئیں، انہوں نے وہ مختصر راستہ اختیار کیا تھا۔ جس کی حجاج نے نشان ہی کر دی تھی۔ پھر حجاج نے عتاب بن ورقاء کو طلب کیا اور اسے کوئی لشکر کا امیر بنا دیا۔ لیکن اس سے بھی کچھ نہ ہو سکا۔ برسی طرح خوارج کے ہاتھوں اس نے



شکست کھائی۔

عتاب قلب لشکر میں زہرہ بن حویہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ شبیب فتح کرتا ہوا آگے بڑھا۔

عتاب نے زہرہ سے کہا۔ ”آج کے دن گو ہمارے لوگوں کی تعداد اور زیادہ ہے۔ لیکن اطمینان کم۔“  
 زہرہ نے کہا۔ ”مبارک ہو، مجھے اُمید ہے اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے شہادت کے دروازے کھول دیئے ہیں۔“

جب شبیب قریب آیا تو جنگ اور زیادہ تیز ہو گئی، عتاب اور زہرہ نے مقابلہ کیا لیکن دونوں قتل ہو گئے، شبیب نے حسب معمول اہل عسکر کو بیعت کی دعوت دی جو قبول کر لی گئی، لیکن راتوں رات یہ لوگ بھاگ کھڑے ہوئے۔

**حجاج کے غلام کا شبیب کے ہاتھوں قتل**؛ کوفہ کی طرف روانہ ہو گیا، اس موقع پر سفیان بن ابرو شامی فوج لے کر پہنچ چکا تھا، حجاج اب اہل کوفہ سے بے نیاز ہو چکا تھا۔  
 اس نے کہا۔

”اے اہل کوفہ! تم میں سے جو سر بلندی چاہتا ہے، خدا اُسے سر بلندی نہیں دیتا۔“

شبیب ایک مقام حمام اعین تک پہنچ گیا۔ حجاج نے حارث بن معاویہ ثقفی کو بلایا اور ایک ہزار آدمی دے کر اُسے شبیب کے مقابلے میں بھیجا۔ حجاج نے مقابلہ کیا اور اس لشکر کو شکست دی، حارث کو قتل کر دیا اور کوفہ کی طرف بڑھے، سنجہ کے مقام پر پڑاؤ کیا، یہاں ایک مسجد بنائی، حجاج نے اہل کوفہ کی ایک کے بعد دوسری جماعت شبیب کی طرف روانہ کی، ہر جماعت میں



اس کا ایک غلمان ضرور ہوتا تھا، لباس فاخرہ میں ملبوس اور اسپ خوش خرام پر سوار شبیب نے غلمان کو دیکھا تو سمجھا یہ حجاج ہے، اسے قتل کر دیا، اور پکارا:-

”اے اہل کوفہ! اگر یہ حجاج تھا تو میں نے تمہیں اس سے نجات دی۔“

حجاج نے یہ منظر دیکھا تو خود اس کی طرف بڑھا

**حجاج میدان جنگ میں :-** وہ ایک فخریہ سوار تھا، شبیب اس کی طرف لڑتا ہوا بڑھا۔ حجاج نے ایک کرسی طلب کی اور اس پر بیٹھ گیا اور اہل شام کو قتال کی ترغیب دینے لگا۔ ان لوگوں نے نیزے نان لئے اور دشمن کی طرف بڑھے، ساتھ ہی ساتھ حجاج بن اپنی کرسی بڑھاتا جاتا تھا۔ بڑے زور کی لڑائی ہوئی۔ اہل شام اصحاب شبیب کا مقابلہ کرتے ہوئے نو تعمیر مسجد تک پہنچ گئے حجاج نے کہا:-

”اے اہل شام! اے اہل سمع و طاعت، خدا کی قسم یہ پہلی فتح ہے، اس ذاتِ بے ہمتا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں حجاج کی جان ہے۔“

**غزالہ لڑتی ہوئی ماری گئی :-** خالد بن ورقاء نے شبیب پر زبردست کا بھائی تھا قتل کر دیا، اس کی بیوی غزالہ لڑتی ہوئی ماری گئی، شبیب کو شکست ہوئی، حجاج نے خالد بن عتاب کو اس کے تعاقب کا حکم دیا، وہ اس کے پیچھے ہو گیا، خوارج جسر دائن سے گزر کر ایک دیر میں داخل ہو گئے، خالد نے محاصرہ کر لیا، وہ نکلے اور اس پر حملہ آور ہوئے اور اس کے ساتھیوں کو شکست دی۔ پھر گھوڑوں سمیت وجہ میں کود گئے۔ خالد نے بھی اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا، شبیب نے یہ منظر دیکھا تو کہا:-

”یہ سوار بڑا بہادر معلوم ہوتا ہے، خدا اس سوار اور اس گھوڑے

سے سمجھے۔“



اسے بتایا گیا کہ یہ خالد بن عتاب ہے۔

ثیب نے کہا:-

»خدا کی قسم اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں اس کا پیچھا نہ چھوڑتا

خواہ یہ جہنم ہی میں کیوں نہ جا رہا تھا۔»

اس کے بعد حجاج نے حیب

نوارج سے لشکر مخالف ڈرتا تھا:- بن عبدالرحمن کو حیب کے تعاقب میں روانہ کیا اور اس کے ساتھ تین ہزار شامی فوج روانہ کر دی، اور تاکید کی کہ جہاں کہیں بھی وہ مل جائے چھوڑنا مت۔ حیب اس کے تعاقب میں روانہ ہوا یہاں تک کہ انبار پہنچا جنگ شروع ہوئی، نوارج کی تعداد تیس سے زیادہ نہ تھی، لیکن وہ اتنی بہادری سے لڑے کہ حیب کے ایک ساتھ نے کہا:-

»اگر یہ تعداد میں سو نفر بھی ہوتے تو خدا کی قسم ہمیں ہلاک کر دیتے»

ثیب نے بھڑتا اپنے ساتھیوں سمیت مایوسی

ثیب کی غرقابی:- کے عالم میں نکل گیا، اہواز پہنچا، پھر فارس، پھر کرمان حجاج نے سفیان بن ابرو کو اب اس کے تعاقب میں روانہ کیا۔ اور چار ہزار کا لشکر دے کر زیاد بن عمرو کو بھی اس کے ساتھ کر دیا، ان لوگوں نے ثیب اور اس کے ساتھیوں کو گھیر لیا، ایک مرتبہ پھر شدید جنگ شروع ہوئی، جب رات ہوئی تو ثیب نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ نہر عبور کر لیں، اپنے ساتھیوں کو آگے رکھا، خود ان کے پیچھے رہا۔ اس کا گھوڑا آگے والے گھوڑے سے ٹکرایا اور وہ پانی میں گر پڑا۔ ثیب بھی پانی میں غوطے کھانے لگا تھا۔ لوہے کی زرہ اور مفتر اور دوسرے جنگی اسلحہ نے تیرنا اس کے لئے ناممکن بنا دیا، وہ ڈبکیاں کھانے لگا۔ ایک ساتھی نے آواز

دی -



» امیر المؤمنین کیا آپ ڈوب رہے ہیں ؟ «

شبیب نے جواب دیا :-

» خدائے عزیز و علیم کی تقدیر یہی ہے ۔ « پھر وہ ڈوب گیا ۔

شبیب کی لاش کے ساتھ بدسلوکی :- جب صبح ہوئی اور سفیان

عزق ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی ادھر ادھر نکل گئے ۔ تو اس نے نہر سے شبیب کی لاش نکالی ، پیٹ چاک کیا اور دل نکالا ۔ وہ اتنا سخت تھا جیسے چٹان پھراہوں نے اس کے سینے میں گیند کی طرح ایک اور دل دیکھا ، اسے چاک کیا تو اس میں جے ہوئے خون کا لوتھر نظر آیا ۔

یہ واقعہ شہرہ کا ہے ۔

شبیب کی ماں کا نام جہیزہ تھا ، یہ رومی

شبیب کی بہادریاں :- عورت تھی جو باندی بن کر شام آئی تھی

شبیب کے باپ یزید بن نعیم نے اسے دیکھا اور فریفتہ ہو گیا ۔ تھی بھی بڑی خوبصورت

اسے خرید لیا اور اس سے شادی کر لی ۔ یہ اپنے شوہر پر جان دیتی تھی ۔ کچھ

عرصے بعد اس نے اسلام بھی قبول کر لیا ۔ شبیب جب پیدا ہوا ۔ تو یہ مسلمان

ہو چکی تھی ، اس کی ولادت یوم النہر کو شہرہ میں ہوئی ۔ شبیب جب اس

کے شکم میں تھا تو اس نے خواب دیکھا کہ اس سے ایک تارا نکلا جو زمین

اور آسمان کے درمیان چمک رہا ہے ۔ اس کے بعد وہ پانی میں گر پڑا اور

غائب ہو گیا ۔ اس کی تعبیر یہ دی گئی کہ اس کا بیٹا عظمت و رفعت کی منتر لیں

تیزی سے طے کرے گا ۔ یوم النہر پر اس کی ولادت یہ بتاتی تھی ۔ کہ اس کے

ہاتھوں خونریزی بھی بہت ہوگی ۔ اور اس کی موت ڈوبنے سے ہوگی ۔

جہیزہ کو جب شبیب کے قتل کی اطلاع دی گئی ۔ تو اس نے اسے سچ

ماننے سے انکار کر دیا ۔ جب یہ کہا گیا ۔ کہ وہ ڈوب گیا ہے تو اس نے



مان لیا۔

عبرت انگیز حوادث :- پڑھنے والے ان واقعات سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ تھوڑی تعداد رکھنے والی ایک جماعت بڑے سے بڑے لشکر اور بڑی سے بڑی حکومت کا کس بہادری سے مقابلہ کر سکتی ہے۔ اس داستان میں جو بیان کی گئی شجاعت و دلیری کے حیرت انگیز واقعات ملتے ہیں ساتھ ہی ساتھ باہمی جنگ اور فتنہ و فساد گنے چیرت انگیز حوادث بھی جنہوں نے اُمتِ عربیہ کی قوت پارہ پارہ کر دی، اور اس کے پیش نظر جو نصب العین تھا۔ اس کی تکمیل میں حارج ہوئے۔



## مکرو حیدرہ سے خوارج کو شکست دینے کی تدبیریں

مہلب کا فیصلہ! خوارج کی ہجرات و دلیری اور شجاعت و بسالت سے تنگ آکر مہلب نے سوچا کہ میدان جنگ میں انہیں برباد نہیں کیا جاسکتا، جب تک مکرو حیدرہ سے کام لے کر ان کی قوت نہیں کمزور کی جائے گی۔ یہ ایک مستقل خطرہ بنے رہیں گے۔ چنانچہ اب اس کی ساری سرگرمیاں اسی طرف مبذول ہو گئیں۔

خوارج میں اختلاف باہمی! خوارج کے مابین اختلاف پیدا ہوا یہ سلسلہ کا واقعہ ہے۔ اصحاب قطری نے اپنے سردار قطری سے بعض معاملات و مسائل میں اختلاف کیا، اور اس سے الگ ہو گئے۔ الگ ہونے والوں میں عبد ربیع الکیبر بھی تھا۔ جو بجائے خود ایک سربراہ اور وہ شخصیت کا نالک تھا۔ اس اختلاف کے بعد کچھ لوگ قطری کے ساتھ رہے۔ کچھ عبد ربیع الکیبر کے ساتھ شامل ہو گئے۔

بھڑپوں کا سلسلہ جاری رہا! اس کا سبب یہ تھا کہ مہلب اس کا سبب میں مقیم تھا۔ اور قطری



سے برسرِ جنگ تھا۔ یہ جنگ ایک سال تک جاری رہی۔ پھر ایک روز بڑا شدید  
 معرکہ پڑا۔ اس وقت صورت یہ تھی کہ کرمان خوارج کے قبضے میں تھا۔ اور فارس مہلب  
 کے زیرِ نگیں، اس طرح خوارج اس مرکز سے دور ہو گئے جہاں سے رسد اور ہر طرح  
 کا ساز و سامان حاصل کر سکتے۔ اپنی قوت بحال رکھ سکتے تھے۔ فارس سے اب انہیں  
 کسی طرح کی سہولت حاصل نہیں ہو رہی تھی۔ آخر مجبور ہو کر انہوں نے کرمان کو اپنا  
 مرکز بنا لیا۔ مہلب کو یہ اچھا موقع مل گیا۔ اس نے سال بھر تک انہیں الجھائے رکھا  
 اور پھڑپھڑی جاری رکھیں۔ لیکن اسی اثناء میں حجاج نے فارس میں اپنے عمال بھیج  
 دیئے۔ عبد الملک کو جب یہ خبر ملی تو اس نے حجاج کو حکم دیا کہ خراج فارس تمام تر  
 مہلب کے لئے چھوڑ دے۔ اور اس پاس کے تمام مقامات بھی اس کے قبضے میں  
 رہنے دے۔ تاکہ وہ دشمن سے اچھی طرح منٹ سکے۔ اس طرح مہلب کو نئی طاقت  
 حاصل ہو گئی۔

## مہلب اور اس کے بیٹوں کی جنگ : حجاج نے براء بن قبیعہ مہلب کے پاس بھیجا

کہ اسے خوارج سے قتال پر اکسائے، مہلب نے فوراً اپنی فوج کو حرکت دی  
 اور اپنے بیٹوں کو ساتھ لے کر میدانِ جنگ میں پہنچ گیا۔ براء ایک ٹیلے پر کھڑا ہو  
 کر جنگی کاروائیاں دیکھنے لگا۔ بڑی خونریزی اور گھمسان کی لڑائی دونوں فریقوں  
 کے مابین ہوئی۔ صبح سے لے کر دوپہر تک جنگ جاری رہی۔ اس کے بعد  
 دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے سے ہٹ گئے، براء نے مہلب سے  
 کہا:-

رد خدا کی قسم میں نے آپ کے بیٹوں سے زیادہ بہادر  
 جنگ آزما کسی کو نہیں دیکھا، اور نہ آپ کے سواروں سے زیادہ  
 تیغ آزما اور یکتا سوار مجھے کسی عرب لشکر میں نظر آئے۔ اور نہ  
 ان لوگوں سے زیادہ ثابت قدم، دلیر اور موت سے بے خوف



لوگ میری نظروں سے کہیں گزرے جن سے آپ جنگ کر رہے تھے۔ پھر بھی اگر فتح نہ حاصل ہو سکی۔ تو خدا کی قسم آپ معذور ہیں۔“

شام کو پھر جب مہلب اپنے بیٹوں اور فوج کو لے کر خوارج پر ٹوٹ پڑے اس مرتبہ پہلے سے زیادہ خونریز اور لرزہ خیز لڑائی ہوئی، رات کو پھر دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے سے ہٹ گئے۔

مہلب نے براء سے پوچھا:-

”کہئے آپ نے کیا دیکھا اس وقت کی لڑائی میں؟“

براء نے جواب دیا:-

”میں نے ایسے لوگ دیکھے جن پر خدا ہی غلبہ دے۔ تو

کوئی غلبہ پاسکتا ہے۔“

مہلب نے براء کو حجاج کے پاس واپس بھیج دیا۔ اور اسے ہدایت کی کہ آنکھوں دیکھا حال جا کر اُسے بتا دے۔

مہلب نے کس طرح خوارج کو آپس میں لڑایا؟

تک مہلب نے اسی طرح خوارج سے جنگ جاری رکھی۔ لیکن کوئی خاص کامیابی نہ ہو سکی۔

لیکن پھر ایک عجیب اور دلچسپ واقعہ پیش آیا۔ خوارج کے پاس ایک آہن گر تھا۔ جس کا نام ابزی تھا، یہ زہریں بچھے ہوئے تیر تیار کرتا تھا۔ اور یہی تیر قطری کے لوگ مہلب کے لشکر پر پھینکا کرتے تھے، آخر لوگوں نے مہلب سے شکایت کی۔ اور کہا کہ اس مصیبت کا کچھ علاج ہونا چاہیئے۔

مہلب نے کہا:-



”فکر نہ کرو، اس کا علاج میں کر لوں گا۔ بہت اچھی طرح۔“  
 پھر مہلب نے اپنے ایک آدمی سے کہا کہ ذرا ابزی کے نام ایک  
 خط تو لکھو اس نے مہلب کی طرف سے ابزی کو لکھا :-

”ذہر میں بجھے ہوئے تیر جو تم نے ہمارے لئے تیار کئے  
 ہیں، وہ مل گئے، اس صلے میں ایک ہزار درہم روانہ کئے  
 جاتے ہیں، انہیں قبول کرو۔“

پھر مہلب نے اپنے آدمی سے کہا -

”یہ خط اور یہ درہم لے کر جاؤ، اور قطری کے لشکر  
 میں پھینک آؤ۔ لیکن خبردار اپنی جان کا خیال رکھنا۔“  
 اس حکم کی تعمیل کی گئی، قطری کو خبر ملی تو اس نے ابزی کو بلا کر پوچھا :-  
 ”یہ کیسی غداری تم کر رہے ہو۔“

”ابزی نے انکار کیا کہ یہ سراسر تہمت ہے۔“

قطری نے اس کا ایک عذر نہ سنا اور فوراً قتل کر دیا۔

اس طرح مہلب نے اپنی چالاکي سے مسموم تیروں سے پناہ حاصل کر  
 لی۔ اور تیر بنانے والا شخص خود اپنے آدمیوں کے ہاتھوں موت کے گھاٹ  
 اتر گیا۔

مہلب کی ایک اور سازش :- بھی ہوا۔ قطری کے ایک عامل  
 نے کرمان کے ناحیہ میں ایک خارجی شخص کو جو بڑا معزز سمجھتا جاتا تھا۔  
 کسی بات پر ہم ہو کر قتل کر دیا۔

لوگ قطری کے پاس آئے اور اس سے مطالبہ کیا کہ :-

”یہ عامل ہمارے حوالے کر دیا جائے۔ تاکہ ہم اسے

سزا دیں۔ اور قتل کر دیں۔“



لیکن قطری نے یہ بات نہیں مانی اور عامل کو خود سزا دینے یا سزا دینے کے لئے ان آدمیوں کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا۔

قطری سے لوگ ٹوٹنے لگے :- عامل کو ان حرکتوں نے یعنی قاتل اہزی کو قتل کر دینے کے باعث اس کے ساتھی بد دل ہو گئے، ایک آدمی سے قطری نے اپنی صفائی دیتے ہوئے کہا :-

”مقاوم عام کی خاطر کسی شخص کو قتل کر دینا جائز ہے۔ اول یہ بات امام کی صوابدید پر منحصر ہے کہ وہ کون سا کام مناسب اور کون سا کام غیر مناسب سمجھتا ہے۔ رعیت کو اس پر اعتراض کرنے کا حق نہیں۔“

اس بات پر عبد ربہ نے بہت زیادہ اختلاف اور برہمی کا اظہار کیا کہ جب ان واقعات کا علم ہوا تو اس نے ایک اور آدمی قطری کے پاس بھیجا اور اسے ہدایت کی :-

جیسے ہی قطری کے پاس پہنچنا، سجدے میں گر پڑنا۔ اور جب وہ منع کرے تو اس سے کہتا :-

”میں آپ کو سجدہ کروں گا۔“

اس آدمی نے ایسا ہی کیا، قطری کے سامنے گیا۔ اور سجدہ میں گر پڑا۔ قطری نے کہا :-

”سجدہ صرف خدا کو زیبا ہے۔“

اس آدمی نے جواب دیا۔

”میں تو آپ کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کر سکتا۔“

خارج میں سے ایک شخص بول اٹھا۔

”خدا کو چھوڑ کر یہ آپ کو سجدہ کر رہا ہے۔“



اتنے میں ایک اور شخص اٹھا اور اُس نے اس کو قتل کر دیا۔  
اس حرکت پر قطری بہت برہم ہوا۔ اور ایک نیا اختلاف خوارج  
کی جماعت میں پیدا ہو گیا۔

اس کے بعد مہلب نے  
**خوارج کی دو جماعتوں میں جنگ :-** ایک آدمی خوارج کے پاس

بھیجا۔ کہ وہ ان سے سوال کرے۔ کہ ہم دو آدمی ہجرت کرتے ہوئے آرہے تھے۔  
ایک رات تھے میں مر گیا، دوسرا اپنی منزل مقصود پہنچ گیا، پھر اس کا امتحان  
لیا گیا۔ اور یہ پایا گیا وہ مومن نہیں ہے۔ ان دونوں کے بارے میں کیا رائے ہے؟  
خوارج میں سے بعض نے کہا۔

”جو شخص مر گیا وہ مومن تھا اور اہل جنت، لیکن دوسرا شخص کافر ہے۔“  
چند دوسرے خوارج نے کہا:-  
”دونوں کافر ہیں۔“

اس بات پر شدید اختلاف پیدا ہوا اور آخر یہ لوگ قطری کے خلاف  
بغاوت پر آمادہ ہو گئے۔ اسے معزول کر دیا۔

اس کے بعد ان لوگوں نے عبدالربہ کو اپنا سردار بنا لیا اور قطری کے ساتھ  
ایک چھوٹی سی جماعت رہ گئی۔ اور ان دونوں میں مقاتلہ شروع ہو گیا۔

**مہلب اور حجاج کا نظریاتی اختلاف :-** مہلب نے حجاج کو  
قتال کی اطلاع دی۔ حجاج نے لکھا:-

”اس اختلاف سے فائدہ اٹھا کر ان پر حملہ کر دو۔“

لیکن مہلب نے یہ بات ماننے سے انکار کر دیا۔ اس نے جواب دیا:-

لے :- الکامل للمبرور۔



مناسب یہ ہے کہ فی الحال خوارج کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ تاکہ یہ ایک دوسرے کا گلا کاٹتے رہیں، اس طرح یا تو یہ ہلاک ہو جائیں گے۔ یا حد سے زیادہ کمزور ہو جائیں گے۔ لہذا ان پر حملہ کرنا کسی طرح بھی قرین دلائل نہیں ہے۔“

**سخت ترین جنگ** کافی عرصے تک ان لوگوں میں باہمی جنگ ہوتی رہی پھر قطری اپنے ساتھیوں کو لے کر کوچ کر گیا۔ صالح بن مخزوم نے جو روسا خوارج میں شمار ہوتا تھا۔ اپنے لوگوں سے کہا: ”تمہارا کام دشمن کی سرکوبی تھا۔ اسی کا تم نے عہد کیا تھا۔ لیکن اب خود آپس میں لڑ رہے ہو۔ اٹھو اور دشمن سے لڑو۔“

پھر اس نے اصحاب مہلب کو آواز دی :-  
 ”اے وہ لوگو جن کا خون حلال ہے بہت دیر آرام کر چکے اب میدان میں آؤ۔“

لڑائی شروع ہو گئی، سخت ترین جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں مغیرہ بن مہلب قسمت ہی سے بچ گئے۔ عبیدہ بن بلال نے تو چورتنگ کر دیا تھا۔ اور گھوڑے سے اٹھا کر نیچے پٹخ دیا، لیکن قبیلہ انزوکے کچھ نوجوانوں نے اسے بچا لیا، ایک آدمی نے اس سے کہا:-

”پہلے ہم اس پر متعجب تھے، کہ دشمن نے کس طرح تمہیں اٹھا کر پٹخ دیا، اب اس پر تعجب ہے کہ تم بچ کیسے گئے؟“

**رقاد — ایک عرب سورما**۔ حجاج نے مہلب کے پاس دو آدمی بھیجے ان دونوں نے حجاج کی طرف سے اسے تاکید کی کہ خوارج سے فوراً جنگ شروع کر دے۔

مہلب نے اپنے بیٹے یزید سے کہا۔

”خوارج کو میدان میں لاؤ۔“



فوراً جنگ کی آگ بھڑکنے لگی۔ ایک خارجی نے مہلب کے ایک لشکری پر حملہ کیا، اور ایسا نیزہ مارا۔ کہ ابھی ران زمین میں دھنس گئی، مہلب نے حجاج کے آدمیوں سے کہا۔

”ان لوگوں سے ہم کس طرح جنگ کر سکتے ہیں، جن کی نیزہ بازی

کا یہ عالم ہے۔“

اتنے میں مہلب کے لشکر کا ایک بہادر رقاد آیا۔ جس پر مہلب کو ناز تھا، اس کے بدن پر بیس سے زیادہ زخم تھے۔ اور یہ سب قطن کے لگائے ہوئے تھے۔

**ایک خارجی عورت کی میدان جنگ میں بہادری**

مہلب نے خوارج کے ایک دستے پر حملہ کیا۔ ایک آدمی قیش خشتی نے خوارج کے ایک سپاہی پر حملہ کر کے اُسے پھاڑ دیا، دونوں لڑتے ہوئے زمین پر گر پڑے، قیش چیخنے لگا، کم بختو کیا تم ہم سب کو قتل کر دو گے، اب جو دیکھا تو اس کا حریف مقابل کوئی مرد نہیں تھا، بلکہ ایک عورت تھی، قیش نے شرما کر گردن جھکالی۔

بیزید نے اس سے کہا:-

”تم اس عورت کو مرد سمجھ کر لڑتے رہے، اور اس سے

بھی نہ لڑ سکے۔“

قیس نے جواب دیا:-

”کیسے لڑتا! اگر وہ مجھے قتل کر دیتی تو ساری دنیا میں یہ

مشہور نہ ہوتا کہ ایک عورت نے مجھے قتل کر دیا!“



## خواجه کا باہمی اختلاف لے ڈوبا

مہلب نے خواجه سے جنگ جاری رکھی، یہاں تک کہ ایک مرتبہ پھر وہ آپس کی پھوٹ کا شکار ہو گئے، اس کا سبب یہ تھا کہ عبیدہ بن ہلال ایک آہن گر کی بیوی کے پاس اس کے گھر جایا کرتا تھا۔ اور بغیر اجازت لئے گھر میں گھس جایا کرتا تھا، لوگوں نے اس بات کی قطری سے شکایت کی، اس نے کہا: ”دین کے اعتبار سے عبیدہ کی جو حالت ہے وہ جانتے ہو اور جہاد کے اعتبار سے اس کا جو پلہ ہے اُسے دیکھ چکے ہو۔“

عبیدہ نے اپنی صفائی دینے اور جہاد کی بہت کوشش کی، اور جو الزام لگایا گیا تھا۔ اس کی تردید کی، کچھ لوگوں نے اس کی تصدیق کی، کچھ نے تکذیب یہاں تک کہ پھر اختلاف اٹھ کھڑا ہوا۔ اور قطری نے محسوس کیا، کہ حالات بہت سنگین صورت اختیار کر رہے ہیں، چنانچہ مقطر العبیدی کے ہاتھ پر بیعت کر لی، لیکن لوگ اسے پسند نہیں کرتے تھے، انہوں نے کہا ہمیں مقطر کی بیعت پر مجبور نہ کیا جائے، ہم اسے اپنا سردار اور امام نہیں بنائیں گے۔



لیکن قطری نے یہ بات نانتے سے انکار کر دیا۔ اس بات پر اتنا زیادہ اکتلا  
 بڑھا کہ تلواریں کھینچ گئیں۔ ایک آدمی نے صالح بن مخزاق پر حملہ کیا اور اسے  
 قتل کر دیا۔ اس قتل سے دونوں مخالف جماعتوں میں شدید تصادم کی صورت  
 پیدا کر دی، اور ہر فریق ایک دوسرے کی گردن کاٹنے لگا۔ قطری اپنے  
 متبعین کے ساتھ طبرستان چلا گیا۔ باقی لوگوں نے عبدالربہ البکیر کے ہاتھ پر  
 بیعت کر لی۔

## مہلب کے کارناموں پر حجاج کا اظہارِ مسرت : قطری

جانے کے بعد مہلب خوش خوش اپنی مسند پر بیٹھا تھا اور اپنے اس کارنامے  
 پر نازاں ہو رہا تھا، اتنے میں کچھ سہرہ آوردہ لوگ آئے تھے، انہوں نے بہت  
 زیادہ خوش و خوش کے ساتھ مہلب کی اس حکمت عملی پر مبارک باد دی  
 مہلب نے حجاج کو ایک خط لکھا جس میں اسے یہ خوشخبری سنائی۔ کہ بغیر اس  
 کے کہ ہم تلوار میان سے نکالنے خوارج خود ہی سر پھٹول کر رہے ہیں، اس  
 خط میں مہلب نے لکھا کہ اب وہ اس جگہ متمیم ہے جہاں قطری پٹاؤ ڈالے ہوئے  
 تھے، عبدالربہ اور اس کے ساتھیوں کی ابھی بہت جلد اسی طرح خبر لی جائے  
 گی۔ آخر میں اس نے حجاج سے استدعا کی تھی، کہ قطری کے تعاقب میں کسی  
 بہادر آدمی کو روانہ کیا جائے۔

حجاج مہلب کا خط پڑھ کر بے انتہا مسرور ہوا اور اس نے اسے ایک  
 خط لکھ کر ان کارناموں پر مبارک باد دی۔ اور خوارج سے قتال جاری رکھنے  
 کی ہدایت کی۔ حجاج نے مہلب کا خط پڑھ چکنے کے بعد اپنے اصحاب کو بلایا  
 اور ان سے کہا:-

”لوگو! خدا نے تمہیں چار مصیبتوں سے نجات دی،

قطری، صالح بن مخزاق عبیدہ بن ہلال، سعد بن طائع، اب



صرف عبدالربہ الصغیر باقی رہ گیا ہے۔ یا اس کے چند ساتھی۔

انشاء اللہ یہ لوگ بھی جلد موت کے گھاٹ اتر جائیں گے۔

**مہلب نے تعاقب جاری رکھا:** مہلب کے ہاتھ سے عاجز و

ادھر بھٹکتے رہے اور آخر حیرت میں پہنچے، یہاں مہلب نے ان کا محاصرہ کر

لیا اور ایسی تاکہ بندی کی کہ کوئی چیز ان تک پہنچنا دشوار ہو گئی۔ جب محاصرہ

نے طول کھینچا، تو خوارج اپنے اموال و حرم لے کر حیرت سے نکلے، اتنی شدید جنگ

ہوئی کہ نیزے ٹوٹ گئے۔ تلواریں کند ہو گئیں، اور کشتیوں کے پشتے لگ گئے۔

اس کے بعد اس نے پھر ان کا تعاقب شروع کیا اور چار فرسخ کے فاصلے پر انہیں

جالیا، صبح سے دوپہر تک جنگ کرتا رہا، پھر لڑائی بند کر دی۔

**عبدالرب کی دل ہلا دینے والی تقریر:** عبدالرب نے اس موقع

جمع کیا، اور ان سے مخاطب ہو کر گویا ہوا:

»اے گروہ مہاجرین قطری اور اس کے ساتھی بقا کے طالب

تھے۔ بھاگ گئے۔ تم نے اگر اپنے آپ کو خدا کے لئے وقف کر

دیا ہے تو چلو دشمن پر ٹوٹ پڑو، مرجاؤ مگر قدم پیچھے نہ ہٹیں»

اس کے بعد عبدالرب اپنے ساتھیوں کو لے کر قتال کے لئے نکلا،

بڑی شدید جنگ ہوئی، اب تک کے تمام معرکے اس معرکہ آرائی کے سامنے

گرد ہو گئے۔ حالات نے اتنی نازک صورت اختیار کر لی۔ کہ اصحاب مہلب

میں سے ایک جماعت نے موت پر بیعت کر لی، خوارج اس طرح میدان

میں آئے تھے، کہ انہوں نے اپنے جانوروں کی کوچیں کاٹ دی تھیں تاکہ

بھاگنے یا فرار ہونے کا ارادہ کریں۔ تو بھی ناممکن ہو جائے۔ جنگ کا

یہ اشتداد دیکھ کر مہلب بھی پکار اٹھا۔



”جنگ کے ایسے شہداء سے میں آج تک دوچار نہیں ہوا تھا۔“  
 بہر حال لڑائی ہوئی اور بڑی دیر تک جاری رہی، اس جنگ میں  
 مہلب کا پتہ بھاری رہا۔ خوارج کے حصے میں شکست آئی، ان کے بہت  
 سے آدمی اس جنگ میں کھیت رہے ان کی تعداد چار ہزار کے لگ بھگ  
 تھی، مشکل سے چند آدمی بچے ہوں گے۔ ورنہ سب کا صفایا ہو گیا۔ مہلب  
 نے ان کے پڑاؤ پر قبضہ کر لیا اور وہاں جو کچھ بھی ہاتھ آیا اسے اپنے تصرف  
 میں لے لیا۔

اپنی نوعیت کا واحد معرکہ: یہ معرکہ جو مہلب اور عبدالربیع  
 واحد معرکہ تھا، اتنی خونریزی کسی ایک جنگ میں شاید ہی ہوئی ہوگی۔ ہر  
 دو فریقین میں سے ایک نے زندگی کے آخری سانس تک لڑتے اور لڑتے  
 رہنے کا لطف اٹھایا تھا، یہی وجہ تھی کہ گوگردیں کٹ رہی تھیں۔  
 جراحاتیں پہنچ رہی تھیں، لیکن کوئی بھی میدان سے ہٹنے کا نام نہیں لے رہا  
 تھا۔ لمحہ بہ لمحہ رزم آرائی سے زیادہ ہولناک اور سنگین صورت اختیار کرتی  
 جا رہی تھی۔ لیکن آخر کار مہلب کو کامیابی حاصل ہوئی۔ اس لئے کہ تعداد  
 اسلحہ اور تعداد سپاہ کے اعتبار سے حریت مقابل پر اسے بہت زیادہ  
 تفوق حاصل تھا۔

اس کامیابی نے مہلب کا حوصلہ بڑھا دیا، اس کے ساتھیوں میں  
 ایک نیا جوش اور ولولہ پیدا ہو گیا۔ اب تک یہ سمجھا جا رہا تھا کہ  
 خوارج ناقابل تسخیر ہیں، صرف مکروہید سے کام لے کر ہی انہیں شکست  
 دی جاسکتی اور ان کا زور توڑا جاسکتا ہے۔ لیکن آج کی معرکہ آرائی نے یہ  
 احساس پیدا کر دیا۔ کہ زور بازو سے بھی انہیں موت کے گھاٹ اتارا  
 جاسکتا ہے۔



یہ جذبہ تھا جس نے عبدریہ الیکیر اور اس کے ساتھیوں کے قتل بے محابہ کے بعد مہلب اور اس کے ساتھیوں میں خود اعتمادی کی ایک نئی روح پیدا کر دی تھی۔ ہر شخص مسرور اور شاد کام نظر آ رہا تھا۔

**مہلب کی رپورٹ حجاج کو:** مہلب نے یہ سوچ کہ حجاج خوارج

تاکید کیا کرتا ہے، کوئی پیام ایسا نہیں ہوتا۔ جس میں یہ دعوت نہ ہو، کوئی خط ایسا نہیں ہوتا جس میں یہ تاکید نہ ہو، اس نے پوری مشرح و لیسط کے ساتھ اس معرکہ کی رپورٹ تیار کی اور اسے حجاج کی خدمت میں بھیج دیا تاکہ وہ مطمئن ہو جائے اور سمجھ لے کہ اس کے خواہشات کی لفظاً اور معنیاً پوری پوری تعمیل کی جا رہی ہے۔ اور خوارج کے استیصال میں کسی طرح کی کوتاہی روا نہیں رکھی جا رہی ہے۔

یہ واقعہ شہ میں پیش آیا تھا۔ اس کے بعد کچھ مدت کے لئے قتال اور خونریزی کا سلسلہ ملتوی رہا۔



## حجاج کا جشن مسرت

مہلب کا قاصد حجاج کی خدمت میں پہنچا۔  
 مہلب کا قاصد: اور اُسے فتح و ظفر کی خوش خبری سنائی۔  
 فتح مندی کی یہ داستان سن کر حجاج بہت مسرور ہوا۔ پھر اس سے  
 اور مہلب کے قاصد سے گفتگو شروع ہوئی۔

حجاج نے قاصد سے سوال  
 حجاج کا سوال قاصد کا جواب: کیا؟

”تم اپنے ساتھیوں کو کس حالت میں چھوڑ کر آئے ہو؟“  
 قاصد نے جواب دیا:-

”میں انہیں اچھی حالت میں چھوڑ کر آیا ہوں، انہوں نے اپنی آرزو  
 پالی۔ اور جس خوف نے انہیں سرا سیمہ اور پریشان کر رکھا تھا۔ اس  
 سے امن حاصل کر لیا۔“

حجاج:- تم نے بنو مہلب کو کیسا پایا؟



قاصد:- دن میں وہ میدان جنگ کے شاہسوار ہیں اور رات کو دشمن پر شبخوں ڈالتے ہیں دلیر اور بے خوف۔

حجاج:- ان سب میں زیادہ بہادر کون ہے؟  
قاصد:- وہ ایک ایسے حلقے کی طرح ہیں جس کا کنارہ کسی کو نظر نہیں آتا۔ ایک کو دوسرے پر ترجیح دیتا ناممکن ہے۔

حجاج:- تم نے اپنے دشمن کو کیسا پایا؟  
قاصد:- جب ہم ان پر قبضہ پاتے تھے تو درگزر بھی کرتے تھے، جب وہ قبضہ پاتے تھے، تو بایوسی کے سوا کچھ ہمارے ہاتھ نہ آتا تھا۔  
حجاج:- تمہارے اور مہلب کے مابین روابط کی کیا صورت ہے؟  
قاصد:- وہ ہم پر باپ کی طرح مہربان ہے۔ ہم اولاد کی طرح اس کے اطاعت گزار ہیں۔

**مہلب حجاج کے حضور میں**  
ان باتوں سے حجاج اتنا متاثر ہوا کہ اس نے مہلب کو اپنے حضور طلب کیا جب وہ آیا تو مستند پر اسے اپنے پہلو میں بٹھایا۔ اس کا زیادہ سے زیادہ احترام کیا۔ بہت مہربانی اور نوازش کے ساتھ پیش آیا۔ پھر اس نے حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا۔

”اے اہل عراق تمہیں مہلب کی غلامی پر تاز کرتا چاہیے۔“ پھر حجاج نے مہلب سے گزری ہوئی جنگ کے بارے میں سوالات کئے۔  
مہلب نے اُسے بتایا:-

”خدا کی قسم ہم اپنے دشمن سے نہ زیادہ طاقت ور ہیں نہ زیادہ بہادر لیکن حق نے باطل کو شکست دی۔ اور ایک فتنہ جو جماعت کو ختم کر دیا۔ انجام کار کامیابی انہیں کے حصے میں آتی ہے جو خدا سے ڈرتے ہیں۔ جس چیز کی طوالت کو ہم ناپسند کرتے



تھے۔ وہ آخر کار ہمارے لئے بہتر ثابت ہوئی ہے۔ اگر ہم جلد بازی سے کام لیتے تو شاید اس کامیابی کا یہ رنگ نہ ہوتا۔“  
 مہلب کے آخری الفاظ حجاج کے ان خطوط پر ایک لطیف تعریف کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جن میں وہ مہلب کو خوارج کے مقابلے پر جلد بازی کے ساتھ اکسایا کرتا تھا۔

حجاج نے مہلب کی باتیں سن کر کہا۔ ”سچ کہتے ہو۔ اللہ کی تلوار:-“ مانتا ہوں۔ تمہاری بات بجا اور درست ہے۔“  
 پھر حجاج نے کہا:-

”اب مجھ سے ان لوگوں کا ذکر کرو۔ جنہوں نے اس جنگ میں شہداء اور مصائب کا ہمت اور دلیری کے ساتھ مقابلہ کیا ہے۔“  
 مہلب نے اپنے ساتھیوں کا اور ان کے استقلال و استقامت کا ذکر کیا پھر اپنے بیٹوں کو اس کے سامنے پیش کیا اور کہا:-  
 ”اگر ان پر کوئی شخص سبقت رکھتا ہوتا تو میں ضرور اسے آپ کی خدمت میں پیش کرتا، لیکن اب انہیں موخر کر دوں تو یہ ظلم ہوگا۔“  
 حجاج نے کہا:-

”ٹھیک کہتے ہو۔ بیشک تم مجھ سے کہیں زیادہ ان کے حالات سے واقف ہو، تم موجود تھے، میں غیر حاضر تھا، تم نے دیکھا، میں نے سنا بیشک یہ لوگ اللہ کی تلوار ہیں۔“

اس کے بعد مہلب نے کچھ اور لوگوں  
 رقاد کا تعارف حجاج سے:- کو حجاج کے سامنے پیش کیا۔ انہیں  
 میں رقاد بھی تھا۔ یہ نام سن کر حجاج نے کہا:-

”یہ کون شخص ہے، نہ میں اسے جانتا ہوں، نہ میں نے

اس کا نام سنا ہے۔“



اتنے میں ایک کشیدہ قامت شخص آگے بڑھا، مہلب نے کہا :-  
 ”یہ ہے عرب کا نایہ ناز سورما!“  
 رقاد نے حجاج سے کہا :-

”اے امیر! جب میں مہلب سے پہلے دوسرے سالاروں  
 کی قیادت میں جنگ کرتا تھا۔ تو ایک معمولی سپاہی تھا، لیکن  
 پھر میں نے ایسے شخص کا دامن پکڑا جو استقلال و استقامت  
 کا مجسمہ تھا۔ جس نے میرے سامنے اپنا اور اپنی اولاد کا لائق  
 رشک اور قابل فخر نمونہ پیش کیا۔ ہر کٹھن اور نازک موقع پر  
 ہم سے آگے ہوتا تھا، یہی چیز ہے جس نے مجھے اور میرے  
 ساتھیوں کو واقعی سورما بنا دیا ہے۔“

حجاج نے رقاد کی یہ باتیں تحسین و تعریف  
 انعامات کی بارش :- کے انداز میں سُنیں، پھر اس نے تمام  
 لوگوں کو انعامات دیے اور مہلب کے بیٹوں کو سب سے زیادہ انعامات  
 اکرامات سے نوازا۔



## کٹے ہوئے سر حجاج کے حضور میں

بیشک خوارج کا زور ٹوٹ چکا تھا، وہ اب موت کے دہانے پر کھڑے تھے۔ لیکن ابھی تک ان میں رمتی باقی تھی۔ زندگی اور موت کے درمیان زور و کوشش جاری تھی۔

**قطری کی اتفاقیہ ہلاکت :-** چلا گیا۔ لیکن حجاج نے اسے چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ سفیان بن ابرو کی کمان میں شامیوں کا ایک بہت بڑا لشکر دے کر خوارج کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ طبرستان میں حبش کوفہ کے قائد اسحاق بن احمد بن اشعث تھے، انہیں حکم دیا کہ سفیان بن ابرو کے ساتھ مل جائیں۔ سفیان شام اور کوفہ کا لشکر لے کر قطری کے تعاقب میں روانہ ہوا اور طبرستان کی ایک گھاٹی میں اُسے جا لیا۔

قطری بہر حال بارمانے والا تھا۔ کامیابی کی کوئی اُمید نہ رکھتے ہوئے بھی وہ مقابلہ پر ڈٹ گیا۔ لیکن ساتھیوں کا جی چھوٹ چکا تھا۔ انہوں نے ساتھ چھوڑ دیا۔



قطری اپنے گھوڑے پر سوار جا رہا تھا، وہ بھڑکا اور ایک گھائی کی  
ڈھلوان میں گر پڑا۔ اور رڑھکتا ہوا نیچے تک چلا گیا۔

سفیان کے ایک لشکری نے قطری کو اس حالت میں دیکھا، وہ فوراً  
آگے بڑھا اور اسے قتل کر دیا۔

سفیان نے قطری کے کٹے ہوئے سر کا تحفہ حجاج کی خدمت میں روانہ کر

دیا۔

دشمن کے کٹے ہوئے سر :- اب عبیدہ بن ہلال باقی رہ گیا تھا،  
سفیان نے اس کا تعاقب شروع کیا۔

وہ اپنے ساتھیوں سمیت قومس میں قلعہ بند ہو گیا اسفیان نے محاصرہ کر لیا، محاصرہ  
نے اتنی شدت اختیار کی کہ عبیدہ کے لوگ بھوکوں مرنے لگے، اور سواری کے  
جانور کاٹ کاٹ کر کھانے لگے۔ آخر آمدہ مرگ ہو کر یا ہرنکلے، اس نے ان  
کی یہ آرزو پوری کر دی۔ بلا استثنا سب کو قتل کر دیا۔ اور سب کے سر  
کاٹ کر حجاج کی خدمت میں بھیج دیے۔

اور اس طرح حجاج کے عہد میں بڑی حد تک خوارج کا وجود ختم ہو گیا۔ اور  
افسانہ ماضی بن گیا۔



## تعلیماتِ خوارج

# مستشرقین یورپ اور خوارج

یورپ کے مستشرقین نے خوارج پر کافی توجہ کی ہے۔ وان فلوٹین کا خیال ہے کہ یہ جمہوریت پسند جماعت تھی۔

عام طور پر مستشرقین نے خوارج کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ چند مقالات یا چھوٹے رسالوں کی صورت میں ہے۔ ایشیا کی تاریخ پر بحث کرتے ہوئے انہوں نے خوارج پر بھی اظہارِ خیال کیا۔ لیکن یہ مواد اتنا مختصر اور قلیل ہے کہ پڑھنے والے کی تشفی نہیں ہوتی، نہ انہوں نے تحلیل و تفصیل سے کام لیا ہے حالانکہ یہ وہ تحریک تھی جس نے تاریخ کا رخ بدل دیا تھا۔

اپنے افکار و خیالات کے اعتبار سے **مذہبِ خوارج پر ایک نظر** خوارج جس جمہوریت کے علمبردار نظر آتے ہیں وہ بھی اپنے اندر ندرت کا پہلو رکھتی ہے۔ ان لوگوں کو اصحابِ مذہبِ جمہوری کہنا صحیح نہ ہوگا۔ اس لئے کہ مذہبِ خوارج سب سے پہلے اسلام کو اپنا رہنما بناتا ہے۔ اور باہمی مشاورت کو ناگزیر اور لازمی سمجھتا ہے۔ خلافت کا



مسئلہ اسی لئے ان کے نزدیک غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے خوارج کا قول ہے:

«خلافت ہر آزاد عرب کا حق ہے۔ اگر

خوارج کا نظریہ خلافت :- ایک مرتبہ کوئی شخص خلیفہ منتخب ہو جائے۔ تو پھر اس باب میں اس سے جھگڑا نہیں کیا جاسکتا، البتہ اگر وہ جبر و جور پر اترائے تو اسے معزول کر دینا اور اگر ضرورت ہو تو قتل کر دینا بھی جائز ہے۔»

نظریہ خلافت میں تبدیلی :- لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ خوارج نے کچھ عرصے بعد اپنے اس نظریے میں تبدیلی پیدا کر دی، پہلے وہ ہر آزاد عرب کو اس منصب کا مستحق قرار دیتے تھے، بعد میں انہوں نے ہر مسلمان کے لئے یہ حق تسلیم کر لیا، خواہ وہ عربی ہو یا عجمی، البتہ اس کا عادل ہونا ضروری تھا۔

شاید اس کا سبب یہ تھا کہ خوارج کے ساتھ غیر عرب بھی اس کا جمہوری رجحان دیکھ کر شریک ہونے لگے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے اس اصول پر لپک پیدا کی اور ہر مسلمان کے لئے خواہ آزاد ہو یا غلام رہ چکا ہو، یہ حق تسلیم کر لیا۔ خوارج کی تحریک میں شدت و قوت پیدا ہونے کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ انبائے صحرا کا خالص ترین عرب خون ان کی رگوں میں دوڑ رہا تھا، علاوہ ازیں البطالی قادیسیہ اور روسا جند بھی اس میں شامل ہو گئے تھے۔ عسکر علیؑ کے بعض حفاظ اور قراء بھی ان لوگوں سے مل گئے تھے۔

عجیب تریات یہ ہے۔ کہ ایک طرف ان کی دین داری کا یہ عالم تھا کہ شب و روز عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے تھے، دوسری طرف احکام



کی ایسی تاویلین کرتے تھے جن کی تائید نہ سنت سے ہوتی تھی۔ نہ قرآن سے۔

تعلیماتِ خوارج پر ایک نظر: خوارج کی تعلیمات پر اگر ایک نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ انہوں نے دین اور سیاست کو ایک دوسرے میں گھلا ملا دیا تھا، مثلاً ان کا نعرہ تھا! **الحکم للہ**، یہ نعرہ بجائے خود دین و سیاست کے امتزاج کا بہترین نمونہ ہے، ساتھ ہی ساتھ یہ بھی نہیں کہا جاسکتا۔

خوارج کی دعوت بڑھتی اور پھیلتی رہی، یہاں تک کہ عبدالملک بن مروان کا عہدِ خلافت شروع ہوا۔ اب ان کی تعلیمات میں کئی نئی چیزیں شامل ہو گئی تھیں انہوں نے احکامِ دینیہ کی جو تاویلین کیں وہ اغراق و تعقید ابہام اور پیچیدگی سے بھری ہوئی ہیں مثلاً ان کا قول تھا۔

» نماز، روزہ، صدق اور عدل وغیرہ دین کے اوامریں میں داخل ہیں اور اوامر دین پر عمل کرنا ایمان کا جز ہے۔ کیونکہ صرف اللہ پر اعتقاد اور رسالتِ محمد پر ایمان کافی نہیں ہے۔ جس شخص کا یہ اعتقاد ہے۔ کہ خدا ایک ہے اور محمد اس کے رسول ہیں، لیکن فرائض دین پر وہ عمل نہیں کرتا۔ وہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہے اور مرتکب گناہ کبیرہ کافر ہے۔ «

تمسک بالقرآن میں شدت: خوارج کو اس اعتبار سے بھی امتیاز اور احکامِ اسلامی کے اتباع میں وہ بہت سخت ہیں، بہت زیادہ غلو کرتے ہیں اور ان کا غلو یہاں تک پہنچ جاتا ہے کہ آیاتِ الہی کی تفسیر غیر حقیقی معنوں پر کرنے لگتے ہیں۔ وہ صرف مرتکب گناہ کبیرہ ہی کو نہیں بلکہ مرتکب گناہ صغیرہ کو بھی منافق

کہتے ہیں۔ پروفیسر نکلسن کا قول ہے، خارجی تحریک کی بنیاد مذہب پر قائم ہے۔ اگرچہ بظاہر وہ سیاسی معلوم ہوتی ہے۔



اور کافر قرار دیتے ہیں۔ ان کے غلو کا یہ عالم ہے کہ معمولی معمولی لفظوں پر اپنے آئمہ سے بھی متقاندہ پر تیار ہو جاتے ہیں۔ مسلمانوں میں جو لوگ ان کے ہم رائے نہیں ہیں ان پر مفاکانہ تشدد سے بھی رہ گزیر نہیں کرتے۔ اور انہیں کافر قرار دیتے ہیں۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ فرقہ معترضہ کا امام واصل بن عطاء ان کے ہاتھ پڑ گیا، انہوں نے اسے پناہ گزین مشرک کی حیثیت سے رکھا۔

**خوارج کے افکار و خیالات** - خوارج کے افکار و خیالات مجموعی حیثیت سے اتنے دلکش تھے کہ اگر

وہ اپنے نظریات کی ترویج اعتدال اور رواداری کے ساتھ نہ کہ خونریزی اور زندگی کے ساتھ کرتے تو تاریخ میں ان کا نام باعزت طور پر باقی رہ جاتا۔ لیکن غلو انہیں لے ڈوبا، ان کی زندگی اور بہمنیت کا یہ عالم تھا کہ عورتوں تک پر رحم نہیں کرتے تھے، طفل رضیع اور شیخ فانی تک کو موت کے گھاٹ اتار دیتے تھے۔ انہوں نے ایسے ہولناک افعال کا ارتکاب کیا جن میں رحمت تھی نہ شفقت۔

**عجیب و غریب نظریات** - انہوں نے رفتہ رفتہ عجیب و غریب نظریات کا ایک سلسلہ شروع کر دیا۔ ان کا ایک

نظریہ یہ بھی تھا کہ اگر ضرورت نہ ہو تو سرے سے امام کا مقرر کرنا ہی لا حاصل ہے۔ وہ لوگوں کو دعوت دیتے تھے کہ ایک دوسرے کے ساتھ انصاف کا برتاؤ کریں، اگر لوگ ایسا کرنے لگیں۔ پھر اقامت امامت کی کیا ضرورت ہے؟ یہ نظریہ موجودہ عہد کے اس نظریے سے ملتا ہے جو "نظریہ لا حکومت" کہلاتا ہے۔ اس نظریہ کے ماتحت ایک وقت ایسا آسکتا ہے کہ انسان ایک دوسرے کا گلانہ کاٹیں، آپس میں دوست اور بھائی بن کر رہیں، پھر نہ حکومت کی ضرورت ہے نہ حاکم کی، اس نظریہ کی دعوت آج سے تیرہ سو برس پہلے خوارج نے دی تھی۔



خارجی فرقے (۱)

## ازارقہ

خوارج تقریباً بیس فرقوں میں منقسم تھا، ان میں سے ہر فرقہ اپنے نظریات، افکار خیالات اور تعلیمات میں کئی یا جزوی طور پر ایک دوسرے کا مخالف تھا ان فرقوں میں سب سے زیادہ مشہور فرقہ ازارقہ کا ہے۔

یہ لوگ نافع بن ازارق کے پیرو تھے۔ خارجی فرقوں میں فرقہ ازارقہ سب سے بڑا اور شان و شوکت والا فرقہ تھا۔ نافع ان کا امام تھا، اس کا شمار خوارج کے فقہاء اور زعماء میں ہوتا تھا، نافع اور اس کے اصحاب علی ابن ابی طالب اور تمام مسلمانوں کی تکفیر کرتے تھے۔

نافع کا قول تھا۔

درد کوئی خارجی کسی غیر خارجی کے ساتھ یا اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتا۔ نہ عام مسلمانوں یعنی غیر خارجیوں کا ذبیحہ کھا سکتا ہے۔ نہ اس کے ساتھ شادی بیاہ کے تعلقات قائم کر سکتا ہے۔ کیونکہ یہ سب کافر اور بتوں کے بندے



ہیں۔ جیسے عہد اسلام سے پیشتر کفار عرب تھے۔

بلا و اسلامیہ کے متعلق نافع کا قول تھا۔

یہ دار الحریب ہیں، یہاں کے رہنے والے لوگوں کا قتل جائز ہے۔ نہ

صرف مردوں کا بلکہ بچوں اور عورتوں کا بھی۔

● نافع یقینہ کو جائز نہیں رکھتا تھا۔ نہ قول میں نہ فعل میں،

● نافع کے نزدیک دشمن سے دھوکا جائز تھا۔

● جو لوگ قدرت کے باوجود قتال یا ہجرت سے گریز کریں۔

نافع انہیں بھی کافر قرار دیتا تھا۔

● جو لوگ خارجی جماعت میں شریک ہونا چاہتے تھے، نافع

ان کا امتحان عجیب عجیب طریقے سے لیتا تھا، وہ اپنے کسی

مخالف کے بارے میں زیر امتحان شخص کو حکم دیتا تھا۔ اسے

قتل کر دیتا تھا۔ اسے قتل کر دو، اگر وہ اسے قتل کر دیتا۔ تو

امتحان میں کامیاب ہو جاتا۔ اگر انکار کر دیتا تو سب لوگ پکا

اٹھتے۔

» یہ منافق اور مشرک ہے۔ «

اور پھر اسے قتل کر دیتے۔

● گناہ کبیرہ کا مرتکب ازارقہ کے نزدیک کافر تھا۔ استدلال

میں کفر ابلیس کی مثال پیش کرتے تھے۔ کہتے تھے۔ کہ ابلیس نے

صرف ایک ہی مرتبہ گناہ کبیرہ کیا تھا۔ جب کہ اسے سجدہ کا

حکم دیا گیا اور اس نے انکار کر دیا۔

● اس فرقے کے امام نافع نے شادی شدہ زانی کے لئے سنگساری

کی سزا ساقط کر دی تھی۔ اس لئے کہ اس سزا کی تائید میں

کوئی نص قرآنی نہیں۔



- اسی طرح اس نے پاک باز مردوں پر تہمت تراشی کی سزا سا  
قط کر دی تھی۔ لیکن اگر کوئی شخص پاک دامن عورتوں پر تہمت  
لگاتا۔ تو یہ تہمت لگانے والے کو سزا دیتا۔
- چور کے لئے نافع کا حکم تھا کہ اس کے ہاتھ کاٹ ڈالے جائیں۔  
چاہے اس نے تھوڑا مال چیرایا ہو یا زیادہ۔
- ازرقہ ان بدعات کے باعث جو مسلمانوں نے رائج کر لی تھیں  
انہیں کافر قرار دیتے تھے۔



## خارجی فرقے (۲)

# نجدیہ

یہ لوگ نجدیہ بن عامر حنفی کے تابع تھے۔ اپنے فلسفے اور نظریے کے لحاظ سے منفرد حیثیت کے مالک تھے، مثلاً ان کا عقیدہ تھا:-

- اجتہاد کی بناء پر جو غلطی ہو وہ قابل معافی ہے۔
- دین دو چیزوں پر مبنی ہے۔ اللہ و رسول کی معرفت، تحریم و ممانعت
- مسلمان تحریم غضب اموال اور جو کچھ خدا کی طرف سے آیا ہے اس کا اقرار ان چیزوں کے علاوہ باقی معاملات میں اپنے جہل کے باعث لوگ مجبور ہیں۔ بشرطیکہ کوئی حجت نہ قائم ہو چکی ہو۔
- اگر از روئے اجتہاد کوئی شخص حرام کو حلال یا حلال کو حرام قرار دیتا ہے۔ تو وہ مندور ہے۔
- جہنم محفل پر اگر کوئی شخص قیام حجت سے پیشتر کوئی تعزیری اقدام کرتا ہے تو وہ کافر ہے۔
- جھوٹ زنا سے بڑا جرم ہے۔
- سزا بی کسی طرح کی سزا نہیں پائے گا۔



- تقیہ جائز ہے۔
- تعدد عن القتال یعنی جنگ میں حصّہ نہ لینا جائز ہے۔
- جہاد میں جہاں تک ممکن ہو حصّہ لینا افضل ہے۔
- اہل ذمہ کا قتل جائز ہے ان کے اموال پر قبضہ کر لینا بھی جائز ہے۔
- امام کا نہ مقرر کرنا بھی جائز ہے۔ البتہ لوگوں کا فرض ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ انصاف کا برتاؤ کریں۔ اور اگر یہ دیکھیں کہ یہ کام بغیر امام کے انجام نہیں پاسکتا تو اس کا منتخب کر لینا بھی جائز ہے۔

نجدہ نے نافع بن ارزق سے انگ ہو کر میامہ کا رخ کیا، پھر راستوں کو لوتے اور لوگوں کو چھیرتا میامہ اور بحرین کے درمیان چھاپے مارتا رہا۔ پھر بحرین میں اقامت اختیار کر لی۔ ۶۹ھ میں جب مصعب بصرہ کے گورنر ہو کر آئے۔ تو انہوں نے چودہ ہزار کا لشکر اس کے مقابلے میں بھیجا، اس لشکر نے نجدہ کو شکست دی اور اس کے معسکر پر قبضہ کر لیا۔

اس کے بعد بچے کھچے آدمیوں کی چھوٹی سی جماعت لے کر نجدہ صنعاء میں پہنچا یہاں کے لوگوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی، کیونکہ انہیں اندیشہ تھا کہ اس کا لشکر پیچھے پیچھے آ رہا ہے۔ لیکن جب چند روز گزر گئے۔ اور کوئی نہ آیا۔ تو انہیں بڑی ندامت ہوئی۔ کہ کیوں اس شخص کی بیعت کی۔

نجدہ کو جب معلوم ہوا تو اس نے کہا۔  
 «اگر تم چاہو تو میں تمہیں بیعت سے آزاد کر دوں، لیکن تم سے مقابلہ ضرور کروں گا۔»  
 لوگوں نے کہا:-

«وایسی بات نہیں ہے ہم آپ کی بیعت کو ناگوار نہیں محسوس



کرتے۔

اس طرف سے مسلمان ہو کر نجد نے اپنے آدمیوں کو مختلف مقامات پر خرچ اور صدقہ وصول کرنے کے لئے بھیجا، ایک آدمی کو حضرت موت بھیجا۔ وہ وہاں سے کافی رقم وصول کر لایا۔

سندھ میں جو یزید بن معاویہ کا عہدِ خلافت تھا۔ نجد حج کرنے گیا۔ حج سے فارغ ہو کر حیب بن واپس آیا تو اس نے خوراک کی رسد بند کر دی جو یمامہ اور بحرین سے حرمین میں بھیجی جاتی تھی۔ لیکن ابن عباس نے جب اسے لکھا کہ یہ بات تو مشرکین کے ساتھ بھی از روئے مذہب ناروا ہے۔ تو تم مسلمانوں کے ساتھ یہ بات کیسے جائز سمجھتے ہو؟ تو اس نے اپنا یہ حکم واپس لے لیا۔

نجدہ اور اس کے اصحاب میں بعض مسائل پر اختلاف پیدا ہوا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے اسے معزول کیا اور قتل کر دیا۔



## خارجی فرقے (۳)

### سہیل

یہ لوگ ابو سہیل بن جابر کے اصحاب و اتباع تھے۔ ان کی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے :-

- کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک وہ اللہ اور رسولؐ کی معرفت کا اقرار نہ کرے۔
- رسولؐ کی لائی ہوئی چیز اور اولیاء کی ولایت کا اقرار بھی مسلمان ہونے کے لئے لازمی ہے۔
- وہ شخص کافر ہے جو کسی فعل حرام کا ارتکاب کرے۔ اور یہ نہ جانتا ہو کہ وہ فعل حرام ہے یا حلال، کیونکہ رسولؐ جو کچھ لایا ہے اس کی معرفت واجب ہے۔
- جو ایسے لوگوں کو کافر نہیں مانتا وہ بھی کافر ہے۔
- جن محرمات کے بارے میں وعید اور تہدید وارد ہوئی ہے ان سے احتراز اور ان کی معرفت واجب ہے۔
- کچھ ایسی چیزیں بھی ہیں جن کے صرف اسماء کی معرفت کافی ہے۔



اگر ان کی تفسیر کی معرفت حاصل نہیں ہے۔ تو اس سے کوئی حرج  
واقع نہیں ہوتا۔

• ایمان علم بالقلب کا نام ہے۔ قول اور عمل اس سے الگ  
چیزیں ہیں۔

• فرقہ مہیب کے مخالف ویسے ہیں جیسے اعداء رسول صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم عام مسلمانوں کے ساتھ رہنا سہنا جائز ہے، جیسے  
عہد اول میں مسلمان کفار و مشرکین مکہ کے ساتھ رہتے تھے۔



## خارجی فرقے (۴)

## اباضیہ

یہ لوگ عبداللہ بن ابی اسلم التیمی کے اتباع تھے، یہ دوسرے خارجی فرقوں سے اس اعتبار سے ممتاز تھے۔ کہ یہ اپنے مخالف مسلمانوں کے بارے میں اتنا غلو نہیں رکھتے تھے۔ ان کے نزدیک :-

- عام مسلمان کفارِ نعمت تھے، یعنی کفرانِ نعمت کے مرتکب۔
- عام مسلمانوں کے ساتھ شادی بیاہ جائز ہے۔
- خوارج میں اور عام مسلمانوں میں تواریث بھی جائز ہے، یعنی دونوں ایک دوسرے کے وارث ہو سکتے ہیں۔
- عام مسلمانوں سے اس وقت تک قتال جائز نہیں جب تک انہیں خارجی مذہب میں شامل ہونے کی دعوت نہ دے دی جائے۔ اور حجت نہ قائم کر دی جائے۔ اور باقاعدہ ان کے خلاف اعلان جنگ کر دیا جائے۔
- عام مسلمانوں کو دھوکے دھڑی سے قتل کرنا بھی جائز نہیں۔
- جنگ میں جو مسلمان گرفتار ہوں۔ انہیں لونڈی غلام بھی نہیں بنایا جاسکتا۔



- مسلمانوں سے متقاتلے کا نتیجہ اگر یہ نکلے کہ مسلمان ہار جائیں۔ اور ابا ضیہ جیت جائیں اور مسلمانوں کا مال ابا ضیہ کے قبضے میں آجائے تو سوا سلحہ جنگ اور گھوڑوں کے اس میں سے کوئی چیز لینا جائز نہیں ہے۔
- سونا چاندی اور دوسری چیزیں مسلمانوں کو واپس کر دی جائیں گی۔
- بلاد مسلمین کی حیثیت دیار توحید کی ہے، سوا معسکر سلطان کے، کہ وہاں لوٹ مار اور قتل و غارت جائز ہے۔ سلطان سے مراد امراء حکماء بنو اُمیہ اور دوسرے جابر و ظالم امراء ہیں، معسکر سلطان باغیوں کا گھر ہے۔

- اہل قبلہ سے میں جو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو وہ موعود ہے مومن نہیں۔
- لہذا درحقیقت کافر نہیں لیکن کافر نعمت ہے۔
- افعال عباد مخلوق خدا ہیں اعدا و ابداع کے اعتبار سے اور حقیقتاً نہ کہ مجازاً بندے کے کسب کئے ہوئے ہیں۔



## خارجی فرقے (۵)

# صفیریہ

یہ لوگ زیادہ بن اصفیر کے متبعین میں تھے۔

اس فرقہ کے مخصوص اعتقادات و خیالات یہ ہیں :-

• دین و اعتقاد میں جو لوگ متفق ہیں وہ اگر کسی وجہ سے شریک جنگ نہ ہو سکیں تو کافر نہیں ہیں۔

• تقیہ جائز ہے لیکن صرف قول میں عمل میں نہیں۔

• اطفالِ مشرکین کا قتل جائز نہیں نہ ان کی تکفیر جائز ہے۔

• گناہِ کبیرہ میں وہ گناہ جس پر حد جاری ہوتی ہو، زیادہ سخت ہے۔

• بہ نسبت اس گناہ کے جس پر حد نہ جاری ہوتی ہو، قابلِ حد گناہ کا ارتکاب

کرنے والا پہلی مرتبہ کافر نہیں ہوتا۔ دوسری مرتبہ اگر اس کا ارتکاب کرے

تو کافر ہو جاتا ہے۔

گزشتہ صفحوں میں خوارج کے مشہور فرقوں کا ہم نے ذکر کر دیا ہے۔ آخری

فرقہ جس کا ہم نے ذکر کیا ہے صفیریہ ہے۔ یہ لوگ صرف اپنے خیالات و عقائد



کی تبلیغ پر اکتفا کرتے تھے۔ جنگ میں شاذ و نادر ہی حصہ لیتے تھے۔

ان فرقوں کے عقائد و تعلیمات پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ عام طور پر مخالفین کے بارے میں یہ انتہا پسند تھے۔ انہیں یہ کافر اور بندہ اصنام سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ شجاعت میں یکتا اور دلیری میں بے ہمتا تھے، ایک عرصہ دراز تک بنو امیہ وغیرہ کو انہوں نے چین سے نہیں بیٹھنے دیا۔

ایک بات پر خوارج کے تمام فرقے متفق ہیں یعنی کذب اور مصیبت ظاہرہ سے تبرک کرتے ہیں۔

خارجی مذہب میں بدوی اثر بہت نمایاں ہے بداعت کی تمام خوبیاں اور برائیاں اس جماعت میں موجود ہیں۔ ان کی نظر محدود، تخریب اور تشیع پر دل و جان سے آمادہ، لڑنے مرنے پر تیار، ارباب اقتدار سے جنگ کرنے میں چوکس، مخالفین کے لئے تنگ دل، تنگ نظر، تنگ خیال، بہادر اتنے کہ شجاعت کی آخری حد تک پہنچے ہوئے۔ اپنے اعمال و اقوال میں صاف اور کھرے اپنے عقیدے پر جان کے دینا بائیں ہاتھ کا کھیل، تقیہ سے بیزار۔ خلفا اور امراء کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے طمع مال و جاہ میں مبتلا ہو کر فکر و ضمیر کا سودا کرنے والوں کے بدترین دشمن۔ غلبہ بداعت کے باعث دینی، علمی اور اجتماعی تصورات سے دور۔

بدویت اولیٰ کے مظاہر بات بات میں نمایاں۔

خالص عربی جمہوریت کے علمبردار۔

عربی شجاعت و صراحت کا نمونہ کامل۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے داعی۔

دفاع محرمات کے لئے جان دے دینے پر تیار۔

خلفاء کے لئے عدل و انصاف۔ اخلاص۔

اور مکارم اخلاق کی شرط لازم پر مہصر۔



# خوارج کا خاتمہ

بعض مستشرقین خوارج کی اصل شیعیت کو قرار نہیں دیتے۔ لامنس اور ولہوزن کا قول ہے:-

”شروع شروع میں اہل عراق نے علی کی تائید اس لئے نہیں کی تھی۔ کہ وہ نسیب رسولؐ ازواج بتولؑ اور حسنؑ اور حسینؑ کے والد تھے، بلکہ اس لئے کی تھی۔ کہ انہوں نے خلافت کا پایہ تخت مدینہ سے کوفہ منتقل کر دیا تھا، اسی جذبے کے ماتحت اہل عراق نے ان کے بیٹے حسن کی تائید کی۔ اور جب ان کی وفات ہو گئی۔ تو حسینؑ کو بلایا اور ان سے تائید و مساعدت کا وعدہ کیا۔ یہ لوگ اس بات پر کچھ زیادہ اعتقاد نہیں رکھتے تھے۔ کہ حکومت وراثتِ دینیہ کا نتیجہ ہو۔ کیونکہ یہی لوگ تھے۔ جنہوں نے بعد میں حجاج سے خفا ہو کر اور حکومت امویہ سے بیزار ہو کر ابن اشعث کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی، اور یہی تھے۔ جنہوں نے یزید بن مہلب کے ہاتھ پر اعلیٰ کلمہ دین پر کے لئے یزید بن عبدالملک کے عہد میں



بیعت کی تھی۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے۔ کہ اہل عراق نے جنگ و پیکار میں جو حصہ لیا، وہ اپنے مصالح کے پیش نظر، نہ کہ انباء علی کی تائید کی خاطر، یہ لوگ امویوں کے خلاف ہر اس تحریک کا جرات و دلیری سے ساتھ دیتے تھے۔ جو امویوں کے خلاف اٹھے۔ خواہ ان کے سربراہ شیعہ ہوں یا غیر شیعہ یہ رائے مزید وضاحت کی محتاج ہے۔

عراقی امویوں کے کیوں دشمن تھے؟ سارا عراق شیعہ نہیں تھا اس کے باشندوں میں جس

طرح شیعہ تھے، سنیوں کی بھی بہت بڑی تعداد تھی۔ اور اہل عراق خواہ سنی ہوں یا شیعہ اموی حکومت کے خلاف تھے۔ اور اسے ختم کرنے کے درپے درپے تھے۔ اور اس سلسلے میں کسی قربانی سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے انقلابی تحریکوں میں بغاوتوں میں حصہ لیا، وہ ہر شخص اس کے پیچھے چلنے کے لئے تیار ہو جاتے تھے۔ جو جرات و دلیری کے ساتھ امویوں کا مقابلہ کر سکے۔ خواہ وہ شیعہ ہو یا سنی۔

خوارج کی مسلسل بغاوت اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ خوارج بھی متعدد اور متفرق باغیانہ اور انقلابی

تحریکوں میں برابر حصہ لیتے رہے۔ انہوں نے عہد امویین سے عہد عباسیین میں بغاوت کا پرچم برابر بلند رکھا۔ وہ کسی خاص حکومت کے دشمن نہیں تھے۔ ہر اس شخص جماعت اور حکومت سے لڑنے پر تیار رہتے تھے جس سے ان کا فکری اور دینی اختلاف ہو۔

خوارج نے کسی خاص حکومت سے پیمانہ وفا استوار نہیں کیا، نہ وہ خود کوئی مستقل حکومت

قائم کر سکے۔ اگرچہ افضائے جزیرہ عربیہ سے لے کر سواحل بحر ہند تک ان



کی تنگ و تاز جاری رہی۔ اور انہوں نے شان و شوکت کے ساتھ اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں، بلکہ کچھ عرصے تک گو وہ تھوڑا ہی تھا اس منقطعے پر انہوں نے حکومت بھی کی اور اپنا ایک امیر بھی منتخب کر لیا۔ یہ واقعہ ۱۵۳۷ء کا ہے جب کہ دولت عباسیہ کا ابھی ابھی ظہور ہوا تھا۔

لیکن عباسیوں نے انہیں نپینے نہ دیا۔ اور ان کے امام شیبان عبدالعزیز کو ۱۵۳۷ء میں قتل کر دیا۔

اس کے بعد پھر خوارج ۱۵۳۷ء میں انقلاب اور استقلال کا پرچم لے کر اٹھے۔ اور عمان میں انہوں نے اپنی حکومت قائم کر لی، اپنا ایک امام بھی منتخب کر لیا، اور تقریباً ایک سو سال تک حکومت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ عباسیوں نے دوسری مرتبہ ۱۸۹۳ء میں پھر ان سے شدید جنگ کی اور ان کی قوت پارہ پارہ کر دی، ان کے امام کو قتل کیا اور اس کا سر کاٹ کر بغداد بھیج دیا۔

**خوارج کی آخری بغاوت :-** امویوں کے عہد میں خوارج کی آخری بغاوت مروان بن محمد کے عہد میں ہوئی یہ اس خاندان کے آخری خلیفہ تھا۔ عباسیوں کے عہد میں ان پر اور زیادہ ستم توڑے گئے لیکن یہ اپنی سخت جانی کا ثبوت دیتے رہے۔

**خارجی تحریک مغرب میں :-** مشرق میں خارجی تحریک کو جب جائے پناہ نہ ملی تو اس نے مغرب یعنی افریقہ کا رخ کیا اور وہاں جو بدوی قبائل تھے ان میں اپنی دعوت شروع کی، یہ واقعہ دوسری صدی ہجری کے آغاز کا ہے۔ مغرب میں اباضیہ اور صفریہ فرقے نے کافی کامیابی حاصل کی تاہر ت میں انہوں نے اپنی چھوٹی سی حکومت بھی قائم کر لی۔ ان کے ایک زعمیم نے قیروان میں عبیدین پر خروج بھی کیا۔ اباضی خاندان تاہر ت میں ایک سو تیس سال سے زیادہ حکمراں رہا۔



خوارج ٹیونس اور الجزائر میں :- فاطمیوں کی حکومت کی جیب

تب بھی یہ خاندان موجود تھا پھر ابو عبیدہ ثبیعی نے ۹۶ھ میں اس کا خاتمہ  
کر دیا۔ اور اباضیہ سے گروہ صحرائے تیونس و الجزائر میں منتشر ہو گئے۔

خوارج عمان اور زنجبار میں :- عمان سے خوارج کی ایک جماعت  
و تبلیغ میں کسی حد تک کامیابی حاصل کی۔

خارجیوں کی ایک مختصر سی تعداد اب بھی شمالی افریقہ میں موجود ہے  
یہ لوگ اباضیہ ہی کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔

بہر حال خوارج تھوڑی بہت تعداد میں اب بھی کہیں کہیں نظر آجاتے  
ہیں لیکن اب نہ ان میں وہ حوصلہ ہے نہ جوش نہ ولولہ، حقیقت یہ ہے  
کہ وہ ختم ہو چکے ہیں۔



کلمہ اخیرہ

## یہ تھے خواج

خوارج کی تاریخ پر اور ان کے اسباب امتصارات پر اگر ایک نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ ان کی دلیری اور بہادری نے انہیں کہیں سے کہیں پہنچا دیا تھا۔

خوارج کئی صفات کا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حجاج نے براء بن فبلیصہ کو مہلب کے پاس بھیجا کہ اسے خوارج کے قتال پر برا لگیختہ کرے اور اس نے اپنی آنکھوں سے خوارج کا انداز جنگ دیکھا تو بے ساختہ مہلب سے کہہ اٹھا۔

”جس قوم سے آپ لڑ رہے ہیں ایسی بہادر اور ثابِت قدم قوم آج تک میری نظر سے نہیں گزری۔“

پھر جب حجاج کے پاس وہ واپس گیا تو کہا:-

”میں نے ایسے لوگ دیکھے ہیں جن پر خدا ہی غلبہ دے تو فتح ہو سکتی ہے۔“

یاد ہوگا عبیدہ بن ہلال نے مہلب کے ایک سوار پر ایسا نیزہ مارا



کہ اس کی سان زمین میں گھس گئی۔ اور وہ پکار اٹھا :-  
 ”جن لوگوں کی نیزہ بازی کا یہ عالم ہوا ان سے ہم کیسے جنگ  
 کر سکتے ہیں۔“

ساتھ ہی ساتھ خوارج فنون اور تدا بیر جنگ میں بھی غیر معمولی اور حیرت انگیز  
 ہنر رکھتے تھے، وہ بیک وقت شیر دل بھی تھے۔ جلد گری بھی، وہ  
 مرد میدان بھی تھے، اور خندق میں محفوظ ہو کر بھی لڑنا جانتے تھے، پوری بہادر کی  
 کے ساتھ شمشیر زنی بھی کرتے تھے۔ اور کمین گاہ میں چھپ کر گھات بھی لگاتے  
 تھے۔ وہ جنگ کی ہولناکیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ بھی لیتے تھے۔ اور دشمن کی  
 نقل و حرکت پر خفیہ و علانیہ نظر بھی رکھتے تھے۔

ابن خلدان نے لکھا ہے کہ خوارج کا ایک سردار قطری ایک جنگ میں اس  
 طرح نمودار ہوا۔ کہ اس کے ہاتھ میں لکڑی کا ایک عمود تھا۔ اس نے جنگ کے  
 لئے آواز دی، مقابل فوج کا ایک شخص سامنے آیا۔ قطری نے اسے گھور کر دیکھا۔  
 وہ شخص اس نگاہ کی تاب نہ لاسکا، بھاگ کھڑا ہوا۔ قطری نے پوچھا۔

”کہاں بھاگا جاتا ہے؟“

اس شخص نے جواب دیا :-

”تم جیسے شخص کے سامنے سے بھاگنا کسی آدمی کے لئے موجب ندامت

نہیں ہو سکتا۔“

شبیب کی جرات کے واقعات گزشتہ صفات میں بیان کئے جا چکے ہیں  
 یہ وہ شخص تھا جو جیوش حجاج سے ذرا بھی دہشت زدہ ہوئے بغیر کوفہ میں  
 داخل ہوا۔ وہاں کی گلیوں اور کوچوں میں آزاد نہ گھوما۔ مساجد میں جو لوگ  
 موجود تھے۔ انہیں قتل کیا۔ باشندگان کوفہ نے سر اسیمہ اور دہشت زدہ ہو کر



کر گھروں کے دروازے بند کر لئے۔

اسی شبیب کے بارے میں ایک شاعر کہتا ہے :-

« شبیب کا نعرہ سن کر پتھر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ »

« ہوا تھر تھرانے لگتی ہے اور موج کا نپنے لگتی ہے۔ »

خوارج کی دلیری اور شجاعت کا یہ عالم تھا کہ دشمن کی کثرت تعداد سے ذرا بھی ہراساں نہ ہوتے تھے۔ اس کے اصحاب کی تعداد چالیس سے زیادہ نہ تھی۔ لیکن انہوں نے ابن زرعہ کے لشکر کو جو دو ہزار افراد پر مشتمل تھا شکست دے دی۔

اصحابِ شبیب کے بارے میں حجاج کے ایک سپہ سالار عبدالرحمن کے ساتھ کا وہ قول یاد کیجئے۔ جب اس کے تین ہزار کے لشکر سے شبیب کے تیس آدمیوں نے لڑ کر چھکے پھڑا دیئے تھے۔ اس نے کہا تھا۔

« اگر ان خوارج کی تعداد سو سو سو بھی ہوتی تو یہ ہم سب کو ہلاک کر دیتے۔ »

خوارج میں یہ قوت ان کے عقیدہ اور ایمان نے پیدا کر دی تھی، ہر خطرہ ان کی نظر میں، سچ تھا۔ ہر خطرے کا وہ اس اعتماد کے ساتھ مقابلہ کرتے تھے۔ کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کی خوشنودی انہیں ہی طرح حاصل ہو سکتی ہے۔

اس عقیدہ نے ان کی شجاعت میں صیقل پیدا کر دی تھی، وہ موت کی طرف پلکتے تھے اور موت ان سے بھاگتی تھی۔

یاد ہو گا حوثرہ کو اس کا باپ معاویہ کی فرمائش سے دعوتِ طاعت دینے آیا تھا۔ جب وہ کسی طرح نہ مانا تو اس نے کہا :-

« اے بیٹے میں تیرا بچہ اپنے ساتھ لایا ہوں تو اسے دیکھے گا تو اس کی جدائی

کے خیال سے تیرا دل تڑپ جائے گا۔ »

حوثرہ نے جواب دیا تھا :-



» والد بزرگوار خدا کی قسم نیزے کا گھاؤ میرے لئے بیٹے کے دیدار سے  
زیادہ خوشگوار ہے۔

اس جواب سے اندازہ ہوتا ہے کہ خوارج کس جذبے سے سرشار تھے اور  
ان کا انداز فکر اور اسلوب عمل کیا تھا؟ وہ کس طرح سوچتے تھے اور کیونکہ مادہ اقدار  
ہوتے تھے؟

مصر کے نہروان سے ذرا پہلے یہی لوگ تھے۔ جنہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ  
اور ان کے اصحاب کی طرف دیکھ کر اپنے ساتھیوں سے کہا:۔  
» نہ بحث کرو، نہ گفتگو، دیدارِ رب کے لئے تیار ہو جاؤ۔  
الرواح۔ الرواح الی الجنة۔

یعنی جنت چلو۔ جنت چلو۔

روایت ہے کہ جب ابن عباس نے امام علی کرم اللہ وجہہ کو متوجہ کیا کہ خوارج  
کو اطاعت کی دعوت دیں۔ تو ان میں ایسے لوگ نظر آئے کہ جن کے ماتھوں میں  
طول سجد کے باعث گھٹے پڑے تھے۔ اور جسم پر پھٹی ہوئی قمیصیں تھیں۔  
ان لوگوں کے زہد اور متاع دینا سے بے پروائی کا یہ عالم تھا کہ درخت  
سے ٹپکی ہوئی کھجور ان کے ایک ساتھی نے اٹھا کر منہ میں رکھ لی مگر انہوں نے  
اسے پھینکوا دیا۔

ایک ذمی سے انہوں نے کچھ کھجوریں طلب کیں، اس نے کہا:۔

» حاضر میں قبول کر لیجئے»

انہوں نے جواب دیا۔

» جب تک قیمت نہ لے لو ان کا استعمال ہم پر حرام ہے۔»  
تاریخ میں مذکورہ اوصاف کے علاوہ ان کے علم و فہم کے واقعات بھی بھرے



پڑے ہیں۔ بلاغت و بیان تو ان کا حصہ تھی، عبد الملک بن مروان کے پاس جو خود بہت بڑا عالم اور بہت بڑا ادیب تھا، ایک آدمی لایا گیا، اس سے گفتگو ہوئی تو عبد الملک نے چاہا کہ یہ اپنے خیالات بدل دے۔ لیکن وہ بڑی خوبی سے ٹالتا رہا۔ عبد الملک کا اصرار بڑھتا رہا۔ آخر اس نے ایسی خوبی سے اپنے مذہب کا بیان کیا کہ عبد الملک نے اس کے قید کئے جانے کا حکم دے دیا۔ اور اس نے کہا:-

» اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تیرے الفاظ میری رعیت کو برگشتہ کر دیں گے تو میں تجھے قید کی سزا نہ دیتا۔«

نافع بن ازرق عبد اللہ بن عباس کے ساتھ تفسیر و لغت کے مسائل پر گھنٹوں اور پہروں گفتگو کیا کرتا۔ مبرون نے اپنی »کامل« میں اور امام راغب نے اپنے »سفینے« میں اس کے بہت سے اقوال درج کئے گئے ہیں۔

غرض خوارج میں اگر انتہا پسندی اور اغراق و تعقید نہ ہوتی، جس نے انہیں اسلام کی روحِ جمال اور اعتدال سے محروم کر دیا تھا۔ تو وہ تاریخ میں بہت اُونچا مقام حاصل کرتے۔

لیکن انہوں نے وہ طریقہ اختیار کیا جو نہ قرآن کا تھا نہ سید العرب و العجم کا، ہم دیکھ چکے ہیں کہ کس طرح یہ لوگ اپنے مخالف مسلمانوں کو بے دردی سے قتل کر دیتے تھے۔

عبد اللہ بن خطاب اور ان کی بیوی کے قتل کا واقعہ کافی لرزہ خیز ہے۔ عورتوں اور بچوں تک کو معاف نہ کرتے تھے۔ ایک روایت تو یہ ہے کہ اُبلتی ہوئی ہانڈیوں میں بچوں کو ڈال دیتے تھے۔ اور ستم یہ ہے کہ ان باتوں کو یہ دین

۱: الکامل للمبرور۔ ج ۲۔ ص ۱۲۶۔

۲: العقد الفرید۔ ج ۱۔ ص ۱۲۶۔



کی بہت بڑی خدمت سمجھتے تھے۔

خوارج نے عجیب عجیب حرکتیں کیں، یہ وہ لوگ تھے کہ انہوں نے خود ہی حضرت علیؑ کو تحکیم پر مجبور کیا۔ اور جب انہوں نے تحکیم مان لی تو یہ ان کے خلاف بغاوت پر آمادہ ہو گئے اور نعرہ لگایا۔

«لا حکم الا للہ»

ذرا اس جواب پر غور فرمائیے جو علیؑ نے دیا تھا۔ انہوں نے فرمایا:-

«دوبات درست ہے لیکن مراد باطل ہے۔»

یہ لوگ اپنے نعرہ سے ابطالِ عمارت کا نظریہ پیش کرتے تھے حالانکہ

وہ ایک ضروری اور لازمی چیز ہے۔



# مصادر اور ماخذ

اس کتاب کی تیاری میں تمام ممکن مصادر ہمارے پیش نظر رہے۔ خاص طور پر کتب ذیل :-

تاریخ طبری۔

البدایہ والنہایہ۔

مروج الذهب للمسعودی۔

تاریخ یعقوبی۔

الملل والنحل۔

الفرق بین الفرق وغیرہا۔

علاوہ ازیں کتب ادب سے بھی ہم نے کافی استفادہ کیا ہے، کیونکہ نواح کے واقعات ان میں بکھرے پڑے ہیں۔ جیسے۔

الکامل للمبرور۔

لبیان والیقین للجاخط۔

العقد الفرید لابن عبد ربہ، وغیرہ وغیرہ۔



مغربی زبانوں کے کچھ مصادر بھی ہمارے پیش نظر رہے ہیں۔ مثلاً :-

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام۔

انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا (چودھواں ایڈیشن)

مستشرقین کے وہ مقالات و رسائل جو اس موضوع سے متعلق ہیں۔

ختم شد







اردو ادب بیسویں صدی میں

زبانِ داغ

مکاتیب امیر مینائی

ادب کا مطالعہ

مرآة الشعر

نگارستانِ فارس

سخندانِ فارس

مخزن المباحرات

نگارخانہ رقصاں

شعرا العجم

شعرا العجم

تاریخ ادبِ اردو

مزاج و ماحول

ادبی خطوط

ہما بھارت کتھن مالا

پروفیسر حق نواز

سید رفیق مارہروی

مولوی احسن اللہ خاں

اظہر پرویز

عبدالرحمن

مولانا محمد حسین آزاد

مولانا محمد حسین آزاد

منشی چربنجی لال

سید حامد

مولانا شبلی نعمانی

مولانا شبلی نعمانی

مرزا محمد عسکری

ڈاکٹر مسلم سندیلوی

محمد اجمل خان

عبدالعزیز خالد

جلد اول

جلد دوم

297.83

ع 941 ت



\* 1 2 6 7 4 4 - U - 6 7 \*

مہر  
مہر



# تاریخ وفاق

